REGD No-P.67

رجسٹرڈ نمبر ایل ۶۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

WEEKLY BADR QADIAN

ہفت روزہ بدر قادیان

جلد ۱۵ — شمارہ ۱

ایڈیٹر: محمد حفیظ بقاپوری

شرح چندہ: سالانہ ۷ روپے، ششماہی ۴ روپے، ممالک غیر ۸ روپے

فی پرچہ ۱۵ پیسے

۵ صلح ۱۳۴۶ ہش | ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۸۶ھ | ۵ جنوری ۱۹۶۷ء

اخبار احمدیہ

قادیان ۳ جنوری سنہ ۱۹۶۷ء سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق اخبار الفضل میں شائع شدہ ۲۹ دسمبر کی رپورٹ مظہر ہے کہ

حضور کو گردوں میں انفکشن بھی ہے اور ضعف بھی ہے

احباب جماعت خاص توجہ اور التزام کے ساتھ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے حضور کو صحت کاملہ عاجلہ عطا فرمائے۔ آمین۔

قادیان میں بعد نماز ظہر مسجد اقصیٰ کے اندر روزانہ قرآن کریم درس جاری ہے۔ سورت مریم سے مکرم چوہدری مبارک علی صاحب نے درس دینا شروع کیا اور کل سورت عنکبوت تک کا حصہ مکمل کر دیا اور آج سورت روم سے مکرم مولوی محمد حفیظ بقاپوری نے درس دینا شروع کیا۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم کی برکات سے سب کو وافر حصہ دے۔ آمین

قادیان ۳ جنوری محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ تا حال بنگال سے واپس تشریف نہیں لائے آپ کے اہل و عیال پاکستان ہیں۔ اللہ تعالیٰ سفر و حضر میں آپ کا حافظ و ناصر ہو اور بخیریت واپس قادیان لائے۔ آمین۔

خصوصی مقالہ

مسلم پرسنل لاء میں ترمیم ایک نازک مسئلہ ہے

حکومت کی طرف سے مداخلت فی الدین کے مترادف ہے!

کانسٹی ٹیوشن آف انڈیا کی دفعہ ۲۵ اور ۲۶ میں مذہبی آزادی کے تحفظ کی گارنٹی دی گئی ہے۔ ۱۹۴۷ء میں جب ہندوستانی دستور بنایا گیا تو کانگرسی حکومت نے اس بات کو تسلیم کیا کہ ہندوستان کا کلچر اور طرز رہائش ایک سو رنگی گلدستہ ہے جس کی رنگا رنگی ہی ظاہری اور باطنی حسن کا باعث ہے۔ اس ملک کا صحیح حسن اسی میں ہے کہ یہاں کے سب رنگ برقرار رہیں اور زمانہ کے ساتھ دن بدن شگفتہ ہوتے رہیں۔ ان سب کو یک رنگی دینا بنیادی غلطی ہے۔ اور سوچ بچار کر کے کئے گئے سابقہ قطعی فیصلہ پر پانی پھیر دینے کے مترادف۔

سنا گیا ہے کہ پارلیمنٹ کے بعض ممبران کی طرف سے مسلمانوں کے اس بنیادی حق یعنی تعدد ازدواج کے پہلو سے انہیں جو قانونی طور پر حاصل ہے کسی نئے پیش کئے جانے والے بل کے ساتھ ختم کر دینے کا ارادہ ہے۔ حالانکہ یہ مسئلہ بھی منجملہ ان مسائل کے ہے جو مسلمانوں کے لئے مخصوص ہیں۔ شادی، طلاق، خلع، وراثت، مردوں کو دفن کرنا وغیرہ کے بارہ میں مسلمانوں کے اپنے الگ قانون ہیں۔ جن کو اصطلاح میں مسلم پرسنل لاء کہا جاتا ہے۔ یہ چند قواعد کسی سوسائٹی یا شخص کے شوق سے بنائے ہوئے نہیں ہیں۔ اور نہ ہی وہ تہذیبی اور رسم و رواج کے معاملات

ہیں۔ بلکہ اسلام کے دیگر اصولوں اور تعلیمات نماز، روزہ، حج وغیرہ کی طرح خالص مذہبی احکام کا حصہ ہیں اور مسلمانوں کی مذہبی کتاب قرآن کریم میں ان کے بارہ میں واضح تفصیلات اور احکام درج ہیں۔ مسلمانوں کے نزدیک قرآن کریم خدا تعالیٰ کا پاک کلام ہے کسی انسان کی تصنیف نہیں۔ اسلئے ہر وہ تعلیم جو مسلمانوں کو قرآن کریم کے ذریعہ سے دی گئی ہے اس میں رد و بدل کا کسی شخص کو حق نہیں دیا گیا کہ وہ اس میں کسی طرح کی ترمیم و تنسیخ کرے۔

ان ہی مسائل میں ایک مسلمان کے لئے ضرورت کے وقت ایک سے زیادہ شادی کرنے کی واضح اور غیر مبہم اجازت ہے۔ اب اگر اس اجازت کو صرف ایک بیوی کے ساتھ محدود کر دیا جائے تو ایسا اقدام مسلمانوں کے مذہب میں صریح مداخلت ہے۔ اور کانسٹی ٹیوشن آف انڈیا کی دفعہ ۲۵ اور ۲۶ [illegible] دفعات میں جو مذہبی آزادی کی گارنٹی دی گئی ہے یہ نہ صرف یہ کہ اس کے منافی ہے بلکہ چھ کروڑ مسلمان جو انڈین یونین میں رہائش پذیر ہندوستانی شہری ہیں ان کے اپنے حق کو بے چین کرنے کے مترادف ہے۔ اور نتیجۃً ہندوستان کی حکومت نے سیکولر کیریکٹر کے بارہ میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کا باعث ہے۔

پس یہ وقت ہے کہ بڑی ہوشمندی سے کام لیا جائے اور کسی ایسے اقدام سے گریز کیا جائے جس کے نتائج ہندوستان کی سیکولر پالیسی کے لئے نقصان دہ ہوں اور غیروں کو اس پر انگشت نمائی کا موقع ملے۔

اس میں شک نہیں کہ اس وقت زیر نظر صرف تعدد ازدواج کا ایک ہی مسئلہ ہے۔ اور عملی طور پر بیشتر مسلمانوں کو ایک سے زیادہ شادیوں کی ضرورت پیش نہیں آتی مگر سوال ایک اصول کا ہے اور اس بات کا کہ حکومت کوئی ایسا قدم نہ اٹھائے جس کے ساتھ آئندہ کے اقدامات کے لئے دروازہ کھلے کیونکہ ایسا کرنے سے رجعت پسند عناصر یقیناً فائدہ اٹھائیں گے اور موقع ملنے پر دوسرا اور پھر تیسرا اور یونہی قدم بڑھائے جاتے رہیں گے ذرا بھی نہ ہچکچائیں گے۔

اسلام نے اپنے ماننے والوں کو ایک مکمل ضابطہ حیات دیا ہے جس میں انسانی زندگی کے ہر شعبہ میں پوری تفصیلی ہدایات موجود ہیں اور معاشرتی پہلو سے انسان کے اخلاق کے لئے اعلیٰ درجہ کی تعلیمات دی گئی ہیں جو لوگ اخلاقیات کے ان اعلیٰ نکات سے نا آشنا ہیں یا روحانی ماحول میں ان کا شعور اس قدر اونچا نہیں جس پر اسلام ایک مسلمان کو دیکھنا چاہتا ہے وہ اسلام

کی حقیقی اسپرٹ [illegible] تعلیمات کو زیادہ وقعت نہیں دیتے اور اپنے ہی ماحول پر قیاس کر کے اسکی امتیازی شان کو ختم کر دینا چاہتے ہیں اس بارہ میں ہم تفصیلات میں نہیں جانا چاہتے اور نہ ہی اس وقت ہمارا یہ موضوع ہے۔ ہم جس امر کی طرف بڑے ادب کے ساتھ توجہ دلانا چاہتے ہیں وہ یہی ہے کہ مسلمانوں کی ایسی مذہبی تعلیمات جو ان کو دوسروں سے امتیازی شان بخشتی ہیں ان پرسنل پیرا مونٹ کے نتیجہ میں ہندوستان میں زنانہ الزتت [illegible] آرڈر میں کسی طرح کوئی خرابی واقع نہیں ہوتی ان میں مداخلت نہ کی جائے۔ اور مسلمانوں کے مذہبی احساسات کو نہ چھیڑا جائے۔

پھر یہ بات بھی بڑی عجیب معلوم ہوتی ہے کہ ایک طرف تو پرسنل لاء میں ترمیم کی باتیں کی جا رہی ہیں۔ اور دوسری طرف گئو رکھشا کے بارہ میں صوبہ جاتی سطح پر حکومت کی طرف سے خالص مذہبی بات کو ہندوستان کے اکثریتی فرقہ کے مذہبی جذبات کے پیش نظر قانون کی شکل دی جا رہی ہے اگرچہ ایسے زبردست دباؤ کے باوجود ملکی سطح پر تو فی الحال زبردستی لایا جانا پسند نہیں کیا جا رہا مگر ایک اور پہلو سے اکثریتی فرقہ کی خواہش کے عین مطابق حل ضرور کیا جا رہا ہے۔ پس تعجب کی بات تو یہی ہے کہ اگر کوئی مسئلہ ملک کے اکثریتی فرقہ کے مذہبی جذبات سے تعلق رکھتا ہو تو ان کی خواہشات کے مطابق اس کا حل ڈھونڈ نکالنے کی کوشش کی جائے اور جو مسئلہ اقلیتی فرقہ کے جذبات اور اُن کے دین کے ساتھ نہایت گہرا تعلق رکھتا ہو اور اُن کے بدلنے کا ارادہ کرنے کی صورت میں ملک کے لاء اینڈ آرڈر پر بھی بری طرح کا برا اثر ڈالنے والا نہ ہو۔ اس کو ضرور چھیڑا جائے

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

ملک صلاح الدین ایم اے پرنٹر و پبلشر نے رتنا آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان

ہفت روزہ بدر قادیان — مورخہ ۵ر جنوری ۱۹۶۷ء

سالِ نو کا آغاز ۔ اور رمضان شریف کا آخری عشرہ

۱۹۶۶ء تمام ہوا اب ۱۹۶۷ء شروع ہو گیا ہے ۔ انسان کی عمر اسی طرح دنوں ہفتوں اور مہینوں کو ملا کر سالوں میں شمار ہوتی چلی جاتی ہے ۔ اور وقت مقررہ پر داعی حق کی آواز پر لبیک کہہ کر دنوں اور سالوں کی شمار وہ بھی بیتے دنوں کی یاد بن کر رہ جاتا ہے ۔ جب تک اس عالم فانی میں زندگی گذار رہا ہے ہر سال ایک پہلو سے اس کی عمر کو بڑھا رہا ہوتا ہے اور کہنے والے کہتے ہیں کہ فلاں کی عمر چالیس سال ہو گئی ۔ ایک سال گذرنے کے بعد کہا جاتا ہے کہ وہ اکتالیس سال کا ہو گیا دوسرے پہلو سے ہر سال اُس کی مقررہ عمر کا ایک ایک سال کم ہوتا چلا جاتا ہے ۔ ایک ماں اپنے بچہ کو بڑھتا ، پروان چڑھتا دیکھ کر بڑی خوشی ہوتی ہے اور ہر آنے والے سال میں اس کی سالگرہ مناتی ہے ۔ وہ نہیں جانتی کہ اُس کے نونہال پر آنے والا ہر سال اس کی مقررہ عمر کے ایک حصہ کو ختم کر رہا ہے اگر انسان اس پہلو سے اپنی گذرنے والی زندگی پر نگاہ رکھے اور اپنے اوقات کو صحیح مصرف میں لانے کی کوشش کرے تو اس سے بڑھ کر اور کوئی خوشی نصیب نہ ہو گا ۔ بڑی غلطی یہاں ہوتی ہے کہ انسان اُس چیز کو جو سب سے زیادہ یقینی اور قطعی ہے اُسے ہی زیادہ بھول جاتا ہے ۔ ہر متنفس کے لئے اس جہان سے کوچ کر جانے کا وقت مقرر ہے آج نہیں تو کل کل نہیں تو پرسوں بہر حال یہ گھڑی آ کر رہنے والی ہے ۔ مگر تعجب ہے اسی کو بھلا ڈالتا ہے اور اس کی پرواہ تک نہیں کرتا ۔

غور کا مقام ہے کہ یہ جو کیلنڈر کے ہر سال کے تمام ہو جانے کے بعد عرف عام میں ایک سال کے گذر جانے اور دوسرے کے شروع ہونے کی بابت کہتے ہیں ۔ کیا اس پر کسی کا اختیار و اقتدار ہے کیا کوئی اپنی ہمت اور کوشش کے ساتھ اس پر روک لگا سکتا ہے جب یہ صورت نہیں اور انسان کی بے بسی کا یہ حال ہے تو پھر اُس کی بڑی بھول ہے کہ اپنی عمر کے متعلق بڑی بڑی امیدیں لگائے بیٹھا ہوتا ہے ۔

بیت جانے والا سال عبرت کا سامان کر جاتا ہے اور آنے والا سال وقت و سال

کے لئے اپنی زندگی کو زیادہ ذمہ داری کے ساتھ گذارنے کی طرف متوجہ کرتا ہے یہ بات کیسی ہی پُر لطف اور نصیحت آموز ہے کہ تین زمانوں میں سے ماضی کا زمانہ انسان کے ہاتھ سے نکل گیا اس پر کسی کا اختیار نہ رہا ۔ اگر تم اپنے ماضی پر کف افسوس ملو گے تو اس کو لوٹا نہیں سکتے ۔ اسی طرح مستقبل کا زمانہ انسان کے قبضہ میں ہی نہیں آیا جو چیز کسی کے قبضہ میں ہی نہیں اُس کے متعلق کچھ نہیں کہا جا سکتا ۔

باقی رہ گیا حال کا زمانہ بس یہی ہے جس کو بڑی مضبوطی سے تھام لینے کی ضرورت ہے ۔ انسان اپنے حال کا مالک ہے اسے اختیار ہے کہ وہ ذمہ داری کے ساتھ گذارے یا بے اعتنائی سے اس کا طرف دھیان نہ دے ۔ انگریزی میں ایک مثل ہے کہ وقت اور سمندر کی لہر کسی کا انتظار نہیں کرتے وہ بالکل صحیح ہے ہاں جس شخص نے اپنے حال کو قابو میں کر لیا اور اس سے پورا پورا فائدہ اُٹھایا وہ بامراد رہا اور اُس کی زندگی کے کامیاب ہونے میں کسی قسم کا شک و شبہ نہ رہا ۔

الغرض ہماری زندگی میں ۱۹۶۶ء آیا اور جیسے ابھی تھا گذر گیا ۔ اب ۱۹۶۷ء ہمارے سامنے ہے خدا کرے کہ یہ سال ہمارے لئے ہر طرح سے خیر و برکت کا باعث ہو اور اُس میں ہم اپنی زندگی کو زیادہ خوش اسلوبی سے چلانے والے اور وقت سے کما حقہٗ فائدہ اٹھانے والے بن جائیں ۔ ظاہری طور پر اس سال کا آغاز نہ بڑا ہی بابرکت ہے ، رمضان شریف کا بابرکت مہینہ اور اُس کا بھی قریب آخری عشرہ جو اپنی خیر و برکت کے لحاظ سے گویا برکات کا مجموعہ اور خدا تعالیٰ کے قرب کا خاص وقت ہوتا ہے ۔

برکات کے لحاظ سے رمضان شریف کے آخری عشرہ کی مثال اُس دودھ کی ہے جو دیگچی میں تپایا جائے اور آہستہ آہستہ گرمی پہنچنے کے ساتھ وہ گاڑھا ہوتا چلا جاتا ہے اور جوں جوں اُسے آنچ پہنچتی ہے اُس کا جوہر نمایاں ہوتا چلا جاتا ہے اور عرف عام میں اُسے کھویا کہتے ہیں ۔ یہی حالت اس نیک مجاہدے کی ہے جو اس آخری عشرہ میں تبتل الی اللہ کے نتیجہ میں فنا فی اللہ کا مقام حاصل کر لیتا ہے ۔ وہ بھی گویا خدا کے لئے کھویا جاتا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے

کہ ایک انسان کو اُس کا محبوب خدا اسی وقت ملتا ہے جب وہ اس جہان سے بالکل کھویا جاتا ہے ۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب کشتی نوح میں اپنی جماعت کو تعلیم دیتے ہوئے اس اہم نکتہ کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا :-

"کیا بدبخت وہ انسان ہے جس کو اب تک یہ پتہ نہیں کہ اس کا ایک خدا ہے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں کیونکہ ہم نے اس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اُس میں پائی ۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے ۔ اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو ۔

"اے محرومو ! اس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا ۔ یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا میں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو لوگوں کے دلوں میں بٹھا دوں کس دف سے بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ سن لیں اور کس دوا سے علاج کروں تا سننے کے لئے لوگوں کے کان کھلیں ۔"

(کشتی نوح)

پس رمضان شریف کے یہ بابرکت دن بھی وصال الٰہی کے لئے مخصوص ہیں انہی میں اُس خاص گھڑی کی بھی خبر دی گئی ہے ۔ اور خبر بھی اُس مخبر صادق کی طرف سے جس سے بڑھ کر کوئی صادق نہیں ۔ اور پھر اُس کو ہزاروں اور کروڑوں افراد اُمت نے ذاتی طور پر آزمایا اور اُسے بالکل صحیح پایا ۔ پس یہ ایام بڑے ہی مبارک ہیں ۔ اور ان سے پورا پورا فائدہ اُٹھانا بڑا ضروری ہے ؎

جو خاک میں ملے اُسے ملتا ہے آشنا
اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما

خدا کرے کہ نئے سال کا آغاز جس طرح ظاہری رنگ میں بابرکت دنوں میں ہو رہا ہے اسی طرح باطنی اور روحانی طور پر موجب برکت ہو ۔ اور آئندہ سال جماعت کی ترقیات ، اسلام کے روحانی غلبہ ، بنی نوع انسان کی ہدایت ، اور فلاح کا سال ہو ۔ نیز خدا تعالیٰ ہمیں یعنی ہم سب کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کی سکیم کے مطابق کلام پاک کے پڑھنے پڑھانے اور اس کی برکات سے مستفید ہونے کی توفیق ملے اور وہ ہم سب سے راضی ہو جائے ۔

آمین ۔ یا رب العٰلمین ۔

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر (خریداری نمبر) کا حوالہ ضرور دیا کریں ۔ (مینیجر بدر)

قادیان کی مرکزی مساجد میں اعتکاف

قادیان ۱۷ دسمبر رمضان المبارک آخری عشرہ مبارکہ کے شروع ہونے پر مقامی احباب قادیان کی دونوں مساجد میں سنت نبوی کے مطابق معتکف ہوئے ۔ اللہ تعالیٰ ان کے اعتکاف کو بابرکت کرے اور اُن کی دعاؤں کو قبول فرمائے ۔ آمین ۔ ہر دو مساجد میں بہ تفصیل ذیل احباب نے اعتکاف کیا ۔

مسجد مبارک

۱ ۔ حضرت بھائی شیر محمد صاحب صحابی
۲ ۔ ” بھائی الہ دین صاحب (”)
۳ ۔ مکرم چوہدری سعید احمد صاحب بی ۔ اے
۴ ۔ ” چوہدری عبد القدیر صاحب
۵ ۔ ” عبد الکریم صاحب ناصرآبادی
۶ ۔ ” مولوی بشیر احمد صاحب خادم
۷ ۔ ” مولوی یوسف مصطفیٰ صاحب
۸ ۔ ” عبد الباسط صاحب متعلم مدرسہ احمدیہ
۹ ۔ ” محمد عبد اللہ صاحب ”
۱۰ ۔ مکرم عبد الحلیم صاحب مدرسہ احمدیہ
۱۱ ۔ ” رفیق احمد صاحب نگینہ ”

مسجد اقصیٰ

۱ ۔ مکرم مولوی منظور احمد صاحب گھنوکے
۲ ۔ ” ماسٹر خدا بخش صاحب
۳ ۔ ” نور محمد صاحب یوپی
۴ ۔ ” مولوی عبد الحمید صاحب مومن
۵ ۔ ” سید منظور احمد صاحب ناظم
۶ ۔ ” محمد شریف صاحب گجراتی
۷ ۔ ” عبد المالک صاحب شاکر مدرسہ احمدیہ
۸ ۔ ” خورشید احمد صاحب ”
۹ ۔ ” عبد الکریم صاحب منگانہ ”

خطبہ جمعہ

خدا تعالیٰ کے شکر گذار بندے بن کر زندگی گذارو اور اپنی دینی ذمہ داریاں کو پورا کرنے کی کوشش کرو

سلسلہ جو نظام بھی قائم کرتا ہے اس کی پابندی کو اپنی خوش قسمتی سمجھو کہ تمام برکت اسی میں ہے

خلیفۂ وقت کے دل میں آپ میں سے ہر ایک کے لئے اتنی محبت اور ہمدردی ہوتی ہے کہ آپ اس کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے:

از حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ

فرمودہ ۱۸ نومبر ۱۹۶۶ء بمقام محمد آباد (سندھ)

تشہد، تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

جس وقت میں نے ارادہ کیا کہ آپ دوستوں سے ملنے اور زمینوں کا انتظام وغیرہ دیکھنے کے لئے

سندھ کا دورہ

کروں تو منتظمین نے مجھے یہی مشورہ دیا تھا کہ کم از کم بیس پچیس دن اس دورے کے لئے رکھنے چاہئیں لیکن چونکہ بعض مجبوریوں کی وجہ سے میں زیادہ وقت نہیں دے سکتا تھا اور یہ بھی خواہش تھی کہ یہ دورہ ملتوی نہ ہو۔ اس لئے میں نے اس موسم میں سندھ کی زمینوں کو دیکھنے کے لئے مختصر سا دورہ کرنا ہی مناسب سمجھا۔ یہاں آکر مجھے یہ احساس اور بھی شدت سے ہوا کہ میں نے یہاں کے لئے بہت کم وقت دیا ہے۔ اور اسی وجہ سے میں نے بہت سے لوگوں کو جو اپنی ضرورتوں اور شکایتوں کے لئے مجھ سے ملنا چاہتے تھے اور مفصل گفتگو کر کے اپنے دل کی تسلی کرنا چاہتے تھے اتنا وقت نہیں دیا جتنا دینا چاہیئے تھا۔ اس لئے فرداً فرداً گفتگو تفصیلی گفتگو خدا تعالیٰ نے چاہا تو آئندہ دورہ پر ہی ہوگی۔ اس وقت میں

بعض اصولی باتیں

دوستوں کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں ہماری ان اسٹیٹوں کی آبادیاں اور جماعتیں اور یہاں کے احمدی باشندے ان سب کی حیثیت بعض پہلوؤں سے ان جماعتوں سے مختلف ہے جو کہ دنیا بھر کے مختلف ملکوں اور مختلف مقامات پر قائم ہیں مثلاً یہاں ہماری زمینیں اور مختلف فارم ہیں۔ ان کے کاموں کے چلانے کا ایک انتظام ہے اور یہ انتظام نظام جماعت سے مختلف ہے۔ کچھ مخلص التعلقین نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور اپنی زندگیوں کو پیش کیا۔ اور آپ نے ان کو یہاں کی زمینیں سنبھالنے کے لئے مقرر کر دیا۔ بعض کو مینیجر بنا دیا بعض کو منشی اور بعض کو اکاؤنٹنٹ اور بعض کے سپرد دوسرے کام کئے۔ کچھ لوگ بطور مزارعہ نہ صرف زمین میں ہل چلانے اور اس سے زیادہ فائدہ اٹھانے کے لئے یہاں آباد ہوئے بلکہ ان کی نیت یہ بھی تھی کہ اگر ہم جماعت کی زمینوں پر کام کریں گے تو ہمیں دنیوی فائدہ بھی ہوگا اور روحانی فائدہ بھی۔ اور روحانی طور پر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے ہم وارث بنیں گے! ایسے لوگ اپنی اپنی نیت اور اخلاص اور عمل کے مطابق اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے ہم وارث ہوں گے اللہ تعالیٰ سب کا انجام بخیر کرے۔

پھر زمینوں کا جو انتظام ہے اس میں جیسا کہ میں نے کہا ہے کوئی تو مینیجر ہے کوئی منشی ہے کوئی اکاؤنٹنٹ ہے کوئی دوسرے کام کر رہا ہے اور پھر کچھ احمدی بحیثیت ہاری اور مزدور کام کر رہے ہیں۔

جہاں تک منتظمین کا تعلق ہے وہ بھی انسان ہیں اسی طرح جس طرح کہ یہاں بسنے والے ہاری اور مزدور انسان ہیں اور ہر ایک کے لئے غلطی کا ارتکاب کا ایک جیسا امکان ہے۔ جس طرح ہاری غلطی کر سکتا ہے اسی طرح منتظم اور افسر بھی غلطی کر سکتا ہے۔ افسران مقامی کی غلطیوں کی اصلاح کے لئے ان کے اوپر مرکزی نظام ہے مگر بوجہ دور ہونے کے پوری تفصیل مرکز کے سامنے نہیں جا سکتی اس لئے گو مرکز سے وہاں سے اعلیٰ افسر یہاں آتے رہتے ہیں۔ اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی دستور تھا کہ آپ سال میں ایک یا دو بار ان زمینوں کا دورہ کرتے تھے۔ اور تمام حالات کا جائزہ لیتے تھے جہاں غلطی دیکھتے تھے اس کی اصلاح فرما دیتے تھے۔

دوست یاد رکھیں کہ

غلطی کی اصلاح کے لئے

ایک مناسب طریق ہے جو اسلام نے ہمیں بتایا ہے اور وہ یہ ہے کہ شکایت کرنے والا اپنا نام چھپاتے نہیں۔ بغیر نام کے جو شکایت حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آتی تھی وہ پھاڑ کر پھینک دی جاتی تھی جو بے نام شکایت میرے پاس آتی ہے میں بھی پھاڑ کر پھینک دیا کرتا ہوں۔ اس سفر کے دوران بھی بعض شکایتیں بے نام آئی ہیں۔ میں نے انہیں پھاڑا اور پھینک دیا۔ کیونکہ جب تک کوئی شخص جرأت کے ساتھ اپنا نام نہیں لکھتا بلکہ بزدلی دکھاتے ہوئے اپنے نام کو چھپاتا ہے اس کی شکایت قابل اعتبار نہیں ہوتی۔

اسی طرح یہ لکھ دینا کہ ہم تمام مزارعین ناصر آباد یا محمود آباد یا فلاں نگر یہ شکایت کرتے ہیں یہ بھی غلط طریق ہے۔ یہ ضروری ہے کہ جو آدمی شکایت کرے یا شکایت کریں وہ اپنا نام بھی لکھے یا لکھیں۔ دوسرے یہ کہ جو کچھ لکھا جائے وہ صحیح اور درست ہو۔

اسی سفر میں ایک دوست نے ناصر آباد میں میرے پاس ایک شکایت کی اور بظاہر دو، دو آدمیوں کے بھی دستخط کرائے یا انگوٹھے لگوائے ان میں سے جب ایک دوست کو پوچھا گیا کہ آپ کو کیا شکایت پیدا ہوئی تو انہوں نے کہا کہ مجھے یہ بھی علم نہیں کہ کسی شخص نے کوئی شکایت لکھی ہے اور میری طرف سے خواہ مخواہ انگوٹھا لگا دیا ہے۔

تو اگر اس قسم کی غلط بات ابتدائی تحقیق میں ہی ہمارے سامنے آجائے تو ہم شکایت پر غور ہی نہیں کرتے کیونکہ شکایت کنندہ نے خود ہی ایک غلط بات کہہ کر اپنے خلاف فیصلہ کرا دیا۔

اس کے برعکس

میں نے یہ بھی دیکھا ہے

کہ بعض اوقات بعض دوست بات کہنے میں کہ جو ان کی غلطی ہوا سے بھی سامنے لے آتے ہیں ان کے خیال میں جو دوسرے کی غلطی ہو وہ بھی بغیر کسی پیچ، بغیر کسی مبالغہ اور بغیر کسی خلاف واقعہ بات بیان کرنے کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔ بڑی آسانی رہتی ہے اس چیز کو مفصل معاملے سے انسان فوراً صحیح نتیجہ پر پہنچ جاتا ہے اور اس کی شکایت بھی دور ہو جاتی ہے۔ اگر واقعہ میں کوئی شکایت ہو تو بھی اور تحقیق کرنے والے افسر کو بھی وقت ضائع نہیں کرنا پڑتا اور نہ ہی پریشانی اٹھانی پڑتی ہے۔

دوست جانتے ہیں کہ قادیان کے زمانہ میں ایک لمبے عرصہ تک میں مجلس خدام الاحمدیہ کا صدر بھی رہا ہوں۔ اور جو اس قسم کے منتظم ہوتے ہیں ان کے خلاف شکایات پیدا ہو جانا عام بات ہے ہزاروں ہزار آدمی سے واسطہ پڑتا ہے کبھی انسان غلطی کرتا ہے کبھی شکایت کرنے والا غلطی کر رہا ہوتا ہے

مجھے یاد ہے

ایک دفعہ ایک دوست خدام میں سے میرے پاس آئے اور کہا کہ آپ نے جو فیصلہ میرے خلاف کیا ہے درست نہیں ہے۔ اور میں آپ کے فیصلہ کے خلاف حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے پاس اپیل کرنا چاہتا ہوں میں نے انہیں کہا کہ خدام الاحمدیہ کے قواعد کی رو سے آپ صدر مجلس خدام الاحمدیہ کے فیصلہ کے خلاف خلیفۂ وقت کے حضور اپیل نہیں کر سکتے کیونکہ اپیل ایک قانونی حق ہے جب قانون وہ حق دے تو کسی کو ملتا ہے اور اگر قانون وہ حق نہ دے تو اسے نہیں ملتا۔ خدام الاحمدیہ کے متعلق جو قواعد حضرت مصلح موعود نے منظور کئے ہوئے ہیں ان میں حضور نے خدام کو یہ حق نہیں دیا کہ وہ صدر مجلس کے فیصلہ کے خلاف خلیفۂ وقت کے پاس اپیل کریں۔

لیکن میں ان کو خود بتایا کہ

خلیفۂ وقت کا دروازہ

شکایت کے لئے ہر وقت کھلا ہے۔ آپ اپیل تو نہیں کر سکتے کیونکہ قانونی چیز ہے۔ لیکن آپ میرے فیصلہ کے خلاف شکایت کر سکتے ہیں یہ سُن کر انہوں نے کہا میں سوچوں گا ابھی میرا جی شکایت کرنے کو نہیں چاہتا۔ ہاں اگر اپیل کرنے کا حق ہوتا تو میں اپیل کر ڈالتا۔

لیکن بعد میں انہوں نے سوچ کر یہ فیصلہ کیا کہ وہ شکایت کریں گے۔ ہزار ہا واقعات گزرے ہیں ان میں سے یہ واقعہ مجھے اس لئے یاد رہا ہے کہ اس کا میری طبیعت پر بڑا گہرا اثر ہوا۔ انہوں نے حضور رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جو شکایت لکھی۔ اس میں انہوں نے کوئی بات نہیں چھپائی نہ اپنے متعلق نہ ہمارے متعلق سارے واقعات کی پوری تصویر کھینچ کر حضور کی خدمت میں پیش کر دی۔ اس پر حضرت صاحب رضی اللہ عنہ کا یہ نوٹ انہیں واپس ملا کہ "ان حالات میں صدر مجلس تمہارے خلاف یہ فیصلہ نہ کرتا تو اور کیا ہوتا؟"

اس سے ان کو بھی تسلی ہو گئی۔ اگر وہ حضرت صاحب کو مختصر سی یا مشتبہ سی یا غلط رپورٹ دیتے تو حضور رضی اللہ عنہ اس کے متعلق ہم سے رپورٹ لیتے اس طرح حضور کا وقت بھی ضائع ہوتا۔ مگر اس نوجوان نے نہایت دیانتداری کے ساتھ سارے کے سارے صحیح حالات بیان کر دیئے۔ اور جب اس کی شکایت پر وہ نوٹ آیا تو اس کو تسلی ہو گئی کیونکہ خلیفۂ وقت کے فیصلہ سے ننانوے ہزار نو سو ننانوے آدمیوں کو تسلی ہو جاتی ہے۔ البتہ جس کے اندر ایمان کی کمزوری ہو اسے تسلی نہیں ہوتی۔ بڑی بھاری اکثریت اپنی نسلوں کی ایسی ہوتی ہے کہ ان کو سمجھ آئے یا نہ آئے خلیفۂ وقت کے فیصلہ پر ان کے دل تسلی پا جاتے ہیں۔

تو

شکایت کا راستہ ہمیشہ کھلا ہے

آپ اپنا نام لکھیں اور صحیح واقعات لکھیں غلط واقعات نہ لکھیں۔ اگر آپ اس طرح کریں گے تو آپ کی شکایت دور ہو جائے گی لیکن اگر آپ آدھی بات صحیح لکھیں گے اور آدھی بات غلط لکھیں گے تو نتیجہ یہ ہو گا کہ جس نے غلطی کی اس کے خلاف بھی تعزیری کارروائی کی جائے گی اور آپ کے خلاف بھی کی جائے گی کہ کیوں غلط بیانی سے کام لیا اور پھر خلیفۂ وقت کے سامنے!!

سو شکایت کا دروازہ کھلا ہے اور جب تک خلافتِ راشدہ قائم ہے یہ دروازہ کھلا رہے گا۔ اس سلسلہ میں اگر بعض افسر اس چیز کو بُرا مانتے ہیں تو میں انہیں نصیحت کرنا چاہتا ہوں کہ وہ قطعاً اسے بُرا نہ منائیں کیونکہ اگر آپ نے یہ دروازہ بند کر دیا تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ آپ نے .... لوگوں کے دلوں کی تسلی اور اطمینان کا دروازہ بند کر دیا ہے۔

"شکایت" کے لئے کسی پراپر چینل Proper Channel یعنی افسروں کی وساطت سے جانا بھی ضروری نہیں ہے کیونکہ وہ قانونی چیز ہے۔ قانون یہ کہتا ہے کہ اگر افسر کے خلاف اپیل کرنی ہو تو اس افسر کی وساطت سے لکھو تا کہ وہ اپنا نوٹ بھی دیدے لیکن جس نے شکایت کرنی ہو اس کے لئے ایسا کرنا ضروری نہیں ہے۔ سیدھا راستہ کھلا ہے وہ شکایت کے لئے ہر وقت خلیفۂ وقت کا دروازہ کھٹکھٹا سکتا ہے۔ اور کہہ سکتا ہے کہ میری یہ شکایت ہے اسے دور کیا جائے۔

تو اگر کوئی شخص شکایت کرتا ہے تو افسران اور عہدیداران کو بُرا نہیں منانا چاہیئے۔ بلکہ ایک لحاظ سے خوش ہونا چاہیئے کہ بجائے اس کے کہ لوگ اِدھر اُدھر باتیں کریں معاملہ اوپر چلا گیا ہے۔ اس طرح ان کی اپنی پوزیشن واضح ہو جائے گی شکایات عموماً غلط بیانی پر مبنی نہیں ہوتیں بلکہ غلط فہمی پر مبنی ہوتی ہیں۔

اس لئے میں عہدیداران کو کہتا ہوں کہ ایسی شکایتوں کو بُرا منا کر خفگی کا اظہار نہ کریں۔

یں چونکہ خطبہ کو مختصر کرنا چاہتا ہوں۔ اسلئے دوستوں سے

ایک آخری بات

کہہ دیتا ہوں اور وہ یہ کہ جتنے خلفاء راشدین ہوئے ہیں یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سے خلافتِ راشدہ شروع ہوئی۔ پھر اس خلافت کے بعد کچھ اور لوگ آ گئے۔ آخر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے پھر خلافت کا سلسلہ دائمی قائم فرمایا۔ اور یہ نظام اس وقت تک قائم رہے گا۔ جب تک کہ جماعت اپنے آپ کو خدا کی نگاہ میں اس انعام کی مستحق ثابت کرتی جائے گی۔) ان تمام خلفاء کے حالات کا مطالعہ کرو تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ تمام خلفاء تذلل اور فروتنی اور عاجزی کی راہوں کو اختیار کرتے چلے آئے ہیں۔ میں نے بھی خدا کے حکم کے مطابق اس کی رضا کے لئے اور تمام خلفاء راشدین کی سنت کے مطابق عجز کی راہوں کو اختیار کیا ہے میں آپ میں سے آپ کی طرح کا ہی ایک انسان ہوں اور آپ میں سے ہر ایک کے لئے اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اتنا پیار پیدا کیا ہے کہ آپ لوگ اس کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے "بعض دفعہ سجدہ میں میں جماعت کے افراد کے لئے

...یوں دعا کرتا ہوں

کہ اے خدا جن لوگوں نے مجھے خطوط لکھے ہیں۔ ان کی مرادیں پوری کر دے اے خدا! جو مجھے خط لکھنا چاہتے تھے لیکن کسی سستی کی وجہ سے نہیں لکھ سکے ان کی مرادیں بھی پوری کر دے اور اے خدا! جنہوں نے مجھے خط نہیں لکھا اور نہ انہیں خیال آیا ہے کہ دعا کے لئے خط لکھیں اگر انہیں کوئی تکلیف ہے۔ یا ان کی کوئی حاجت اور ضرورت ہے۔ تو ان کی تکلیف کو بھی دور کر دے اور حاجتیں بھی پوری کر دے۔

لیکن بعض دفعہ نادان فنا اور نیستی کے اس مقام کو کمزوری سمجھنے لگ جاتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی عاجزی کی راہ کو اختیار کیا۔ حضرت عمر۔ حضرت عثمان حضرت علی رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد جو خلفاء اور مجدد ہوئے۔ انہوں نے بھی عجز کے اسی راستے کا اختیار کیا۔ تو بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ شخص بڑا کمزور ہے کیونکہ یہ عاجزی اختیار کرتا ہے۔ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی عظمت کا کچھ ایسا جلوہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنے نفس کو بھی اور دنیا کی ساری مخلوق کو بھی مردہ سمجھتے ہیں نہ ہی اپنے آپ کو کچھ سمجھتے ہیں نہ دنیا کو کچھ سمجھتے ہیں۔ اور اس عجز کی وجہ سے وہ

اللہ تعالیٰ کی اعجازی قدرت کا مظہر

بن جاتے ہیں گویا ایسے لوگوں کے لئے فنا اور نیستی کے مقام سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ایک چشمہ پھوٹتا ہے۔ اس لئے دنیا کی کوئی طاقت انہیں مرعوب نہیں کر سکتی انہیں ساری دنیا کے مالی بھی کوئی لالچ نہیں دے سکتے جب خدا کا یا اس کے دین کا معاملہ ہو تو کسی دوسرے کے سامنے ان کا سر جھکا نہیں کرتا۔ ورنہ وہ تو ایک فقیر اور مسکین کے سامنے بھی جھکا رہے ہوتے ہیں اور عاجزی دکھا رہے ہوتے ہیں لیکن جب خدا تعالیٰ کے فضل اور قول کا اور خدا تعالیٰ کے نام اور اس کی عظمت کا دنیا اور دنیا داروں سے تصادم ہو جائے تو پھر دنیا ان کے پاؤں کی خاک بھی نہیں ہوتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ خود ان کا مربی اور معلم ہوتا ہے۔ آپ اس بات کو اچھی طرح یاد رکھیں۔

پس یا تو ہمارا یہ عقیدہ ہی غلط ہے کہ خلیفۂ وقت ساری دنیا کا استاد ہے۔ اور اگر یہ سچ ہے۔ اور یقیناً یہی سچ ہے تو دنیا کے عالم اور دنیا کے فلاسفر شاگرد کی حیثیت سے ہی اس کے سامنے آئیں گے۔ استاد کی حیثیت سے اس کے سامنے نہیں آئیں گے۔

تو

خلیفۂ وقت کا انکسار

اس کی عاجزی و فروتنی اس کا تذلل ہی اس کا مقام ہے اور وہ اس ایمان اور یقین پر قائم ہوتا ہے کہ میں لاشئی ہوں۔ کچھ بھی نہیں نہ علم ہے مجھ میں نہ فراست ہے مجھ میں۔ نہ ہی کوئی طاقت ہے مجھ میں۔ اگر کچھ ہے تو وہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہے وہ جتنا علم دے جتنی طاقت دے جتنی فراست دے اسی کی عطا ہے اور اسی کے جلال اور عظمت کے لئے خرچ کی جاتی ہے کہیں بھی اس کا اپنا وجود نظر نہیں آتا۔ مٹی کے ذرات ہوا میں بکھر جائیں تب بھی ان کا کچھ وجود ہوتا ہے لیکن ایسے شخص کا وجود اتنا بھی باقی نہیں رہتا۔

تو میں آپ کو وضاحت کے ساتھ بتانا چاہتا ہوں کہ جس شخص کو بھی اللہ تعالیٰ آپ کا خلیفہ بنائے گا۔ اس کے دل میں آپ کے لئے بے انتہا محبت کر دے گا اور اس کو یہ توفیق دے گا کہ وہ آپ کے لئے اتنی دعائیں کرے کہ دعا کرنے والے ماں باپ نے بھی آپ کے لئے اتنی دعائیں نہ کی ہوں گی اور اس کو یہ بھی توفیق دے گا کہ آپ کی تکلیفوں کو دور کرنے کے لئے ہر قسم کی تکلیف وہ خود برداشت کرے اور بشاشت سے کرے اور آپ پر احسان جتائے بغیر کرے۔ کیونکہ وہ خدا کا نوکر ہے آپ کا نوکر نہیں ہے۔ اور خدا کا نوکر خدا کی رضا کے لئے ہی کام کرتا ہے۔ کسی پر احسان رکھنے کے لئے کام نہیں کرتا۔ لیکن اس کا یہ حال اور اس کا یہ فعل اس بات کی علامت نہیں ہے۔ کہ اس کے اندر کوئی کمزوری ہے اور آپ اس کی کمزوری سے ناجائز فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ وہ کمزور نہیں۔ خدا کے لئے اس کی گردن اور کمر ضرور جھکی ہوئی ہے لیکن خدا کی طاقت کے بل بوتے پر وہ کام کرتا ہے۔ ایک یا دو آدمیوں کا سوال ہی نہیں میں نے بتایا ہے کہ ساری دنیا بھی مقابلہ میں آ جائے تو اس کی نظر میں کوئی چیز نہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

کے زمانہ خلافت کے ابتدا میں جب عظیم فتنہ نے سر اٹھایا اور اس لشکر کے بھجوانے یا نہ بھجوانے کا سوال پیدا ہوا جو نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے تیار کیا تھا تو آپ نے فرمایا کہ مدینہ کی گلیوں میں مسلمان بچوں اور

عورتوں کی لاشیں کتے گھسیٹتے پھریں تو بھی مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ضرور جاری رہے گا۔

انہوں نے ایسا اس لئے کیا اور اس لئے کیا کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال کا ایسا جلوہ ظاہر ہو چکا تھا کہ ساری دنیا ان کے لئے ذرہ کی حیثیت رکھتی تھی اصل زندگی تو اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اور پھر خدا تعالیٰ کی دین اور عطا کے نتیجہ میں اصلی زندگی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام آپؐ کی عزت آپؐ کی عظمت اور جو آپؐ نے فیصلے فرمائے ہیں ان کا قیام اہم ہے اس کے لئے ساری دنیا مرجائے۔ سارے مسلمانوں کو قربان ہونا پڑے تو ہو جائیں لیکن جو کچھ محمد رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اس کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ غنا کا جذبہ بھی اللہ تعالیٰ ہی اپنے عاجز بندوں کے دلوں میں پیدا کرتا ہے وہ کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتے جس طرح خدا تعالیٰ غنی ہے ان کو بھی وہ غنی بنا دیتا ہے۔ نہ پیسے کی پرواہ اور محبت اور نہ ہی دنیا کی کسی جاہت کی محبت ان کے دل میں باقی رہتی ہے۔

وہ تو اپنے وجود سے ہی ختم ہو جاتے ہیں تو کہیں غلطی کر کے کوئی شخص نقصان نہ اٹھائے!!! کوئی یہ نہ سمجھے کہ شاید یہ زردتی اور عاجزی بھی کمزوری کا نتیجہ ہے۔ کمزوری کہہ نہیں۔ کمزوری تو اس شخص میں ہو جس کی اپنی کوئی طاقت بھی ہو جس کی اپنی کوئی طاقت ہی نہیں اس کی کمزوری کیسی!! اس نے جو کچھ بھی لیا ہے اس نے جو کچھ بھی لیا ہے۔ بہرحال آسمان سے لیا ہے اور آسمانی طاقت کے مقابلہ میں آپ زمین کی کونسی طاقت کو لا کھڑا کر دیں گے۔

پس اپنے

خدا سے ڈرتے ڈرتے اپنی زندگی کے دن گذاریں

اور سلسلہ عالیہ احمدیہ جو نظام بھی قائم کرتا ہے اس کی پابندی کو اپنی خوش قسمتی سمجھیں کیونکہ اسی میں برکت ہے۔ یہ محض زبانی دعویٰ نہیں خدا تعالیٰ کا فعل شہادت بھی بتا رہا ہے کہ اسی میں برکت ہے ۱۹۳۴ء میں تحریک جدید کے لئے آپ نے کتنے پیسے دیئے تھے ایک لاکھ!!! جتنے روپے آپ نے پہلے سال حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے دیئے تھے اس سے کہیں زیادہ وہ آدمی اللہ تعالیٰ نے احمدیت کی گود میں لا ڈالے ہیں۔

پس جو فرائض ہیں وہ ادا کرتے چلے جائیں جو خدا تعالیٰ کے وعدے ہیں۔ وہ آپ کے حق میں پورے ہوتے چلے جائیں گے۔ خدا تعالیٰ کے سامنے اباء واستکبار اور بغاوت اور سرکشی کا طریق ہرگز اختیار نہ کریں۔ ۔۔۔ سلطنت کے سامنے بڑے بڑے تعلی کرنے والے پیدا ہوئے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے قہر سے انہیں مسل کر رکھ دیا۔ اور ان کا نام و نشان مٹا دیا۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ بڑا لمبا تھا۔ بیرونی فتنے تو تھے ہی وقتاً فوقتاً کئی اندرونی فتنے بھی سر اٹھاتے رہے۔ لیکن وہ فتنہ پرداز کہاں ہیں؟ اور جماعت کا قدم کہاں تک جا پہنچا ہے کبھی دیکھا کرو!!! وہ ناکامی و نامرادی کے اندھیروں میں گم ہو گئے۔ اور جماعت کے قدم آسمان فتح و نصرت کے ستاروں پر پڑنے لگ گئے۔

پس خدا تعالیٰ کے

شکر گذار بندے بن کر

زندگی کے دن گذاریں اور جو ذمہ داریاں آپ پر بحیثیت ایک احمدی کے عائد ہوتی ہیں۔ انہیں پورا کرنے کی کوشش کریں ہمیشہ دعا کرتے رہا کریں کہ اے خدا ہم سے غفلت ہو جائے تو معاف کر دے اور ہمیں خود اپنے فضل سے توفیق دے کہ ہم اپنی ذمہ داریوں کو کما حقہ نبھا سکیں کیونکہ اگر تو اپنے فضل سے ہمیں توفیق نہ دے گا۔ تو ہم میں اتنی طاقت نہیں۔ کہ ان ذمہ داریوں کو نبھا سکیں جو تو نے ہم پر عائد کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ میرے ساتھ بھی ہو اور آپ کے ساتھ بھی ہو۔ آمین (ملخصاً)

(الفضل ۲۱/۱۲/۶۶)

درخواست دعا

میری بہن عزیزہ ماجدہ بیگم قریباً چھ سات سال سے شدید گنٹھیا بیمار ہے اب گھٹنے درد سے تکلیف زیادہ بڑھ گئی ہے نیز میری بیٹی عزیزہ مبارکہ جو ۳ سال سے مرگی کے موذی مرض میں مبتلا ہے اور اب بہت کمزور ہو گئی ہے کوئی دوا اثر نہیں کرتی صرف خدا کا سہارا ہے۔ اس لئے میں سب احباب جماعت سے عاجزانہ درخواست دعا کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے دونوں کی تکالیف کو رفع کرے اور انہیں کامل شفا بخشے۔ اور میری بھی پریشانیوں کو دور کر کے اپنے فضل و رحم کا مورد بنائے۔ اور انجام بخیر کرے۔ آمین

دعاؤں کی محتاج بیگم فاضل الدین
بنت سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب
از سکندر آباد

تحریک جدید کا نیا سال اور احباب جماعت

کی

ذمہ داریاں

جیسا کہ احباب کی خدمت میں قبل ازیں فارم وعدہ جات بھجوا کر درخواست کی جا چکی ہے کہ تحریک جدید کے نئے سال کے وعدہ جات جلد از جلد دفتر ہذا میں بھجوا کر احباب کو عبدالرسو... کی تاکید فرمادیں لیکن ابھی تک اکثر جماعتوں کی طرف سے وعدہ جات موصول نہیں ہوئے۔ اور جن کے وعدہ جات موصول ہوئے ہیں ان میں سے بھی اکثر جماعتوں کے افراد مردوں، عورتوں اور بچوں کے وعدہ جات نہیں آئے۔ اور پوری کوشش نہیں کی گئی کہ سب کو شامل کیا جائے۔ ۔۔۔ روحانی نسل بڑھانے کا یہ نادر موقعہ ہے

تمام عہدیداران مال جماعہائے احمدیہ ہندوستان سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ مہربانی فرما کر تمام احباب کے وعدہ جات جلد از جلد مرکز میں بھجوا دیں۔

خدا تعالیٰ آپ سب کے ساتھ ہو۔ آمین۔

وکیل المال تحریک جدید قادیان

بدر نے دل و دماغ کو روشن کر دیا

جناب محمد بشیر الدین ہیڈ ماسٹر جے۔ بی۔ سی۔ پی۔ ایس پیڈا کڈسور ضلع محبوب نگر سے اپنے خط مورخہ ۶۶/۱۲/۲۲ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"میرا بدر کچھ عرصہ سے بند ہے فوری طور پر بقایا کی تعمیل ارسال فرما دیں۔ ایک ایک پائی تک نہایت شکریہ کے ساتھ تاخیر کی معذرت چاہتے ہوئے ادا کروں گا۔ انشاء اللہ۔ چونکہ بدر کا مجھ پر بڑا احسان ہے اس نے میرے دل و دماغ کو بہت روشنی دی ہے۔ اس کے بغیر دل و دماغ میں تاریکی سی محسوس کرتا ہوں"

پس وہ احباب جن کا بدر کا چندہ ختم ہونے کے باعث کچھ عرصہ سے بند ہے غور فرمادیں اور اپنے لئے اور اپنے لئے اس روحانی نعمت کو جلد از جلد کھولنے کا اہتمام کریں۔ اگر مبلغین حضرات و عہدیداران صاحبان اپنی اپنی جماعتوں کا جائزہ لے کر ایسے احباب جو پہلے بدر کے خریدار رہ چکے ہیں لیکن اس وقت ان کا بدر کا چندہ ختم ہونے کے باعث بند ہے ان کو دوبارہ خریدار بننے کی تحریک فرماویں تو ایک تو نسبتاً اصلاح کا کام آسانی سے ہو سکتا ہے اور دوسرے اخبار کے ذریعہ مرکز کے ساتھ احباب کا رابطہ زیادہ مضبوط ہو کر جماعت میں زندگی پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے مبلغین اور جماعت کے عہدیداران حضرات اور احباب کو اپنے اپنے حلقہ میں بدر کی تحریک کرنے کی توفیق بخشے اور ان پر اپنے فضلوں کی بارشیں برسائے۔ (ایڈیٹر بدر)

فدیۃ الصیام

جو دوست اپنی مستقل بیماری یا بڑھاپے یا سفر یا کسی اور شرعی عذر کی بناء پر روزہ رکھنے سے معذور ہوں انہیں شریعت نے رخصت دی ہے کہ وہ کھانے یا نقدی کی صورت میں مسکینوں اور ناداروں کو فدیۂ رمضان ادا کریں۔ تاکہ وہ ثواب سے محروم نہ رہیں۔ چونکہ ایسا انتظام مرکز میں موجود ہے۔ اس لئے ۲۵/۱ روپے یومیہ کے حساب سے ذیل کے پتہ پر رقوم ارسال فرمائیں۔

امیر جماعت احمدیہ قادیان

شذرات!

(از مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب انچارج احمدیہ مسلم مشن بمبئی)

ایک مولوی صاحب کی کہانی

آیئے آج میں آپ کو ایک مولوی صاحب کی کہانی سناؤں آپ کا اسم شریف ہے "قاضی اظہر صاحب مبارکپوری"۔

آپ ایک ماہنامہ "البلاغ" کے ایڈیٹر ہیں۔ اور "انجمن خدام النبی" کے ایک سرگرم رکن۔ روزنامہ انقلاب میں "معارف القرآن" کے عنوان سے روزانہ تحمل انسانی پر اپنی کی تحقیقی۔ اور خیر سے انجمن اسلام ہائی اسکول کے لیکچرر بھی ہیں شکل و صورت یہ ہے۔ سر پر گھنی زلفیں داڑھی مشرع۔ عنبر دانی۔ پاجامہ۔ ٹوپی دیکھنے میں آپ جیسے عالم دین معلوم ہوتے ہیں۔

چند دن ہوئے مجھے مولانا محمد سلیم صاحب نے کہا تھا کہ اگر "امکان کذب باری" پر کسی دیوبندی عالم کی کوئی کتاب ہو تو بھیج دو۔ قاضی صاحب کو دیکھ کر مجھے وہ بات یاد آگئی۔ اور پوچھ بیٹھا۔ میں اس جگہ اتنا کہہ دوں کہ غالباً قاضی صاحب میرے "استاد بھائی" ہیں۔ اکثر وہ کہتے ہیں۔ آج جو میں نے ان سے یہ بات پوچھی تو انہوں نے سیدھے منہ سے جواب دینے کی بجائے پہلے تو اپنے مختصر سے منہ کو ٹیڑھا کیا۔ اوپر کا ہونٹ دائیں طرف اور نیچے کا بائیں طرف گھمایا پھر فرمایا کہ آپ کو اس کتاب کی کیا ضرورت پڑ گئی ہے۔ کیا اپنے نئے مذہب کی تائید میں یہ مسئلہ پیش کرنا ہے؟ میں تو قاضی صاحب کی اسی ایک ادا پر قربان ہو گیا۔ حالانکہ مجھے یہ قربانی پیش کرنے میں ذرا توقف کرنا چاہیئے تھا۔ ابھی تو قاضی صاحب کی اور بہت سی ادائیں تھیں جنہیں وہ ظاہر کرنے والے تھے۔ مثلاً ایک یہ ادا کہ آپ نے ٹھٹھا لگا کر فرمایا کہ ارے صاحب آپ مجھ سے کوئی بات تحقیق حق کے لئے نہیں پوچھتے ہیں۔ آپ کا تو مسلک ہی اور ہے۔ اس کے بعد ایک سادر نے ادسے کی لگا لی۔ از قبیل پیٹ پیٹ کا دھندا کرنے والے۔

میں نے کہا کہ قاضی صاحب ان باتوں کو جانے دیجئے۔ مجھے کسی کتاب کا نام بتا دیجئے۔ اس کا جواب دینے کی بجائے قاضی صاحب نے جلدی سے پان کی وہ گلوری نگل لی جو ابھی ابھی منہ میں گھما رہے تھے۔ شاید ۔۔۔ محسوس کی نگلنے لگے بعد مجھے چکناپا نہتے تھے۔ مگر اس سے پہلے آپ نے مجھے ایک اوسط درجے کی گالی دی از قبیل "نمک حرام" پھر فرمانے لگے کہ دیکھو ایک بھائی میرے پاس عربی پڑھنے آیا۔ مگر میں نے انکار کر دیا اگر میں اس کو عربی پڑھاتا تو وہ اس کے ذریعہ بہائیت کی تائید کرتا۔ میں نے ان کی بات کاٹتے ہوئے کہا کہ آپ نے یہ کیوں نہ سوچا کہ وہ عربی پڑھنے کے بعد قرآن مجید پڑھ لیتا۔ میرے اس سوال پر قاضی صاحب نے مجھے ایک اعلیٰ درجے کی گالی دی جس کا اظہار ان الفاظ میں مناسب سمجھتا ہوں۔

آپ سوچتے ہوں گے کہ جیسے قاضی صاحب کی باتوں پر غصہ آیا ہوگا۔ نہیں واللہ مجھے لطف آ رہا تھا۔ اگر مجھے لکھنؤ کی کوئی بھٹیارن ایسی گالیاں دیتی تو میں اتنا محظوظ نہ ہوتا۔ جتنا قاضی صاحب کی گالیوں سے محظوظ ہو رہا تھا۔

میں نے قاضی صاحب کو ترنگ میں دیکھ کر ذرا انہیں چھیڑا۔ اور پوچھا کہ آپ یہ تو جانتے ہی ہیں کہ "مسئلہ امکان کذب باری تعالیٰ" پر حضرت مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا فضل الحق خیرآبادی کے درمیان مباحثہ ہوا تھا۔

قاضی صاحب۔ ہاں ہاں ہوا تھا۔ تو تم کو اس سے کیا مطلب؟

سمیع اللہ۔ مجھے مطلب ضرور ہے۔ اس لئے کہ اب ان تمام اسلاف کے علمی۔ اخلاق اور روحانی خزائن کی وارث صرف جماعت احمدیہ ہے اس کے جواب میں ہاتی کلاس گالیاں بھی کافر۔ فاسق۔ فاجر وغیرہ

سمیع اللہ۔ اچھا علماء دیوبند تو مولانا اسماعیل شہید کے ہم خیال ہیں نا؟

قاضی صاحب۔ کیا تم نہیں جانتے؟ تو کیسے بھیڑی ہو کر مجھ سے پوچھتے ہو اچھا یہ بتاؤ تم اپنے کو دیوبندی کیوں کہتے ہیں۔

سمیع اللہ۔ میں تو اپنے کو "احمدی" کہتا ہوں۔

قاضی صاحب۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ اشتہار وغیرہ میں تمہارے نام کے ساتھ دیوبندی یا "فاضل دیوبند" لکھا جاتا ہے!

سمیع اللہ۔ قاضی صاحب آپ تو جانتے ہی ہیں کہ میں کس مدرسے کا فارغ التحصیل ہوں۔ وہ مدرسہ "اہل دیوبند" کا ہے یا "اہل بریلی" کا

قاضی صاحب۔ "اہل دیوبند" کا۔ پھر بھی تم کو دیوبندی کہلانے کا حق نہیں۔

سمیع اللہ۔ کیا اس لئے کہ دیوبندیوں کے سر پہ سینگ ہوتی ہے۔ اور میرے سر پہ سینگ نہیں ہے۔

قاضی صاحب۔ کیا کہا تمہارے سر پہ سینگ نہیں۔ تمہارے سر پر تو اتنی بڑی سینگ ہے کہ دور سے نظر آتے ہو تو میرے سینے میں چبھنے لگتی ہے۔ آخر میرے گھر سے نکل کے گئے سر نا؟ مگر دیکھو تم اپنے کو دیوبندمت کہا کرو۔ اس سے ہم لوگوں کی توہین ہوتی ہے۔

سمیع اللہ۔ کیا آپ خدا کے ہاں سے پٹہ لکھوا لائے ہیں؟ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ دیوبندی کسے کہتے ہیں؟

قاضی صاحب۔ "دیوبند" کوئی اسکول آف تھاٹ نہیں۔

سمیع اللہ۔ یہ بات تو آپ کے منہ سے زیب دیتی ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا۔ میں تو یہی جانتا ہوں کہ ارباب دیوبند کا ایک خاص مسلک ہے۔ مثلاً عرس۔ اور نذر دینا نیز کوۃ کو حرام قرار دینا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے علم غیب سے انکار۔ امکان کذب باری تعالےٰ کا اقرار اور تقلید پر زور وغیرہ۔ اور اگر آپ کی بات صحیح ہے تو پھر ایک احمدی بھی دیوبندی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ دیوبند کوئی اسکول آف تھاٹ نہیں۔

قاضی صاحب۔ کچھ بھی ہو آپ اپنے کو دیوبندی نہ کہا کریں۔

سمیع اللہ۔ میں کبھی اپنے کو دیوبندی نہیں کہتا۔ مگر آپ کے پاس اس کا کیا جواب ہے کہ میں نے تعلیم تمام تر دیوبندی اساتذہ سے حاصل کی ہے۔

قاضی صاحب۔ ارے اس کا افسوس ہے۔ جب یہ یاد آتا ہے تو جی چاہتا ہے کہ تمہارا سر توڑ ڈالوں۔ اور اس کے بعد چند مولویانہ نیشن کی گالیاں از قبیل مردود۔ جہنمی۔ راندۂ درگاہ وغیرہ

یہ ساری باتیں مسٹر حمید اللہ لائبریرین اور مسٹر مشتاق نام عربی لیکچرر کے سامنے ہوئیں۔ قاضی صاحب چلے گئے تو دونوں کہنے لگے کہ استکبار در عونت کی حد ہو گئی۔ اسی لئے تو خدا نے ان مولویوں کو عرش سے زمین پر دے پٹکا ہے۔

مگر اس سے زیادہ عبرتناک بات یہ ہوئی کہ جب میں لائبریری سے آنے لگا تو پھر روم میں تبلیغی جماعت کے ایک سرگرم رکن کو دیکھا۔ ابھی سورت (گجرات) کے قریب اس جماعت کا جو عالمی اجتماع ہوا ہے۔ اس کے متعلق چند غیر جانبدار حضرات کے تاثرات تو سن چکا تھا۔ جی چاہا کہ ذرا ان کی زبانی بھی کچھ سن لوں میں ان سے ملا۔ وہ بہت سنجیدہ نوجوان تھے انہوں نے تبلیغی جماعت کی ضرورت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ دیکھئے کہ نوجوان طبقہ دین سے اتنا دور ہوتا جا رہا ہے کہ ابھی ہائی اسکول سے جو لڑکے نکلے ان میں سے ایک نے کہا کہ اگر اعزازی پارٹی میں مجھے قاضی اظہر صاحب سے ہاتھ ملانا پڑا تو میں اس کے ہاتھ پہ تھوک دوں گا۔ یہ سنتے ہی مجھ پر خشیت کا عالم طاری ہو گیا۔ اور میں سوچنے لگا کہ بیسیوں اور باتیں تھیں جو یہ نوجوان مجھ سے کہہ سکتے تھے مگر تمام باتوں کو چھوڑ کر خدا نے ان کے دل میں یہ کیوں ڈالا کہ وہ یہی بات میرے سامنے بیان کرے۔ یقیناً اس میں اہل دل کے لئے عبرت ہے۔ یہ مولوی صاحبان جوں جوں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام امام الزمان سے دور ہوتے جاتے ہیں انہیں ان کی اولاد و رشتہ دار۔ دوست بلکہ شاگرد بھی چھوڑتے جا رہے ہیں۔ یہ قدرت کا قانون انتقام ہے مگر عوام کا یہ مقولہ صحیح ہے کہ "خدا کی لاٹھی میں آواز نہیں"۔

جناب مہر محمد خاں صاحب شہاب

اب آیئے ایک دوسرے مولوی صاحب کی کہانی سناؤں۔ آپ ایک عالم دین ہونے کے علاوہ صاحب طرز ادیب بھی ہیں۔ اور شعر و شاعری میں بھی آپ کی نظیر نہیں ہے ۱۹۲۲ء سے پہلے الفضل کے نائب ایڈیٹر بھی تھے۔ پھر آپ جماعت احمدیہ کو چھوڑ کر بہائیت کی آغوش میں چلے گئے مگر تاکجے آخر اسے بھی چھوڑا۔ اور پھر وہیں آکر کھڑے ہو گئے۔ جہاں سے چل کر جماعت احمدیہ میں داخل ہوئے تھے۔ یعنی اہل حدیث قسم کے مسلمان۔ کئی نشیب و فراز سے گذرنے کے بعد آزمودہ کار بزرگ ہو گئے ہیں۔ گو آج کل جماعت احمدیہ سے الگ ہیں مگر وہ مے جو ایک مرتبہ چکھ چکے اس کی لذت کبھی نہیں بھولتی۔ اکثر احمدیت اور احمدیوں کا ذکر سننے اور سنانے آتے رہتے ہیں۔ آپ کا اسم گرامی ہے جناب مہر محمد خاں صاحب شہاب۔

پچھلے ہفتے کی بات ہے کہ مکرم میاں عطاء اللہ صاحب وکیل نے مجھے لاہور سے ایک خط لکھا اس میں منجملہ اور باتوں کے جناب مہر محمد خاں صاحب شہاب کا ذکر کیا۔ اور انہیں محبت بھرے الفاظ میں جو اس کا سلسلہ کی سنت ہے۔ انہوں نے میرے ذریعہ انہیں یہ پیغام بھیجا کہ خدارا آپ پھر جماعت احمدیہ میں آ جائیں۔ میرے نزدیک یہ پیغام بہت اہم تھا۔ وہ در کی آواز تھی۔ سوچا کہ شاید یہ آواز اثر کر جائے۔ اس لئے میں انہیں یہ پیغام سنانے ان کے گھر گیا مگر وہ اس دن گھر پہ نہیں ملے۔ لہٰذا اپنے گھر آنے کی دعوت دے آیا۔ وہ دوسرے دن صبح صبح آئے۔ آتے ہی جلسہ سالانہ کا حال اور قادیان کی خیریت پوچھی۔ پھر پوچھا کہ کل غریب خانے

پڑھانے کی زحمت کیوں گوارا کی تھی؟ اس کے جواب میں پہلے تو میں نے ان سے میاں سلطان احمد صاحب کے متعلق پوچھا کہ کیا آپ انہیں جانتے ہیں۔ کچھ دیر تو بہت حافظہ پر زور ڈالنے کے بعد کہا کہ ہاں جانتا ہوں۔ فلاں شکل و صورت کے دوست۔ میں نے پوچھا کہ ان کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔ کہنے لگے کہ اس زمانے میں تو ان کا شمار صالح نوجوانوں میں ہوتا تھا۔ ان استفسارات کے بعد میں نے ان سے کہا کہ انہوں نے کناڈا سے آپ کے نام ایک پیغام بھیجا ہے۔ وہ یہ سنکر بہت خوش ہوتے اور کہنے لگے کہ کہئے کہئے وہ پیغام کیا ہے۔ میں نے کہا انہوں نے یہ پیغام بھیجا ہے کہ آپ پھر جماعت احمدیہ میں داخل ہو جائیں۔

یہ پیغام سننے کے بعد ان کے دل کی کیفیت کیا ہوئی۔ ان تمام واردات قلب کا تو مجھے علم نہ ہو سکا۔ مگر میں نے یہ محسوس کیا کہ ان کے دل میں پرانے زمانے کے کچھ تبسم اور کچھ سسکیاں انگڑائیاں لینے لگیں۔ کچھ دیر کی خاموشی کے بعد انہوں نے اس پیغام کا ان چند الفاظ میں جواب دیا

آپ انہیں لکھ دیں کہ قرآن حق ہے اور احمدیت کی بنیاد قرآن پر ہے۔

اس کے بعد وہ کھڑے ہو کر مجھ سے بغلگیر ہوئے۔ اگرچہ آنکھوں میں آنسو اور ہونٹوں پر لرزہ نہیں تھا۔ مگر رقت کی کیفیت طاری تھی۔ اسی حالت میں مجھ سے اجازت لی اور چلے گئے۔

اے اللہ وہ تو اپنا جواب دیئے بغیر چلے گئے۔ مگر تو انہیں قبول احمدیت کی توفیق عطا فرما۔

ہنری مارٹن انسٹی ٹیوٹ

اور اب کچھ ہنری مارٹن انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز کے متعلق۔ اس انسٹی ٹیوٹ کے متعلق میرا ایک مضمون اخبار بدر کے جلسہ سالانہ نمبر میں شائع ہوا ہے۔ بات یہ ہے کہ مجھے جس دن اس کی سرگرمیوں کا علم ہوا اسی دن سمجھ لیا کہ اب عیسائیت ایک نیا لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں کے سامنے آ رہی ہے۔ دلیر یہ کہ یہ انسٹی ٹیوٹ رسالہ "معاہدہ" کا مراسلاتی نصاب جاری کر کے ہندوپاک کے تمام بڑے شہروں میں اپنی تبلیغ کا جال پھیلا رہا ہے۔ چنانچہ میرا مضمون پڑھ کر حیدر آباد کے ایک مسلمان اسٹوڈنٹ نے مجھے ایک خط لکھا جس سے میرے اس خیال کی حرف بحرف تائید ہوتی ہے۔ انہوں نے لکھا کہ یہ انسٹی ٹیوٹ کا شکار ہو ہی چلا تھا میں نے "معاہد" کے اسلامی نصاب میں حصہ لیا۔ چار پانچ کورس پڑھ ڈالے۔ اور اب ایسا محسوس کرنے لگا کہ اسلام کے مقابل پر عیسائیت زیادہ قابل قبول ہے۔ میں بپتسمہ لینے کی سوچ ہی رہا تھا کہ خدا نے میری دستگیری فرمائی۔ اور اس کی صورت یہ ہوئی کہ اس اثناء میں مجھے جماعت احمدیہ کی چند کتابیں مل گئیں۔ ان کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ عیسائیت تارِ عنکبوت سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی۔ اگر مجھ کو جماعت احمدیہ کی کتب نہ ملی ہوتیں تو میں اس انسٹی ٹیوٹ کے ذریعہ ضرور بپتسمہ لے لیتا۔

میں آجکل یہ سوچ رہا ہوں کہ یہ خط اپنے عیسائی دوستوں کو دکھاؤں یا نہیں۔ جو ادارہ پہلے ہی ہم مسلمانوں کو پیغام اجل سمجھ رہا ہے۔ معلوم نہیں یہ خط دیکھنے کے بعد کیا سمجھے گا

ماہرین حیوانات نے لکھا ہے کہ بعض جانور ایسا ہوتا ہے جو ایک منہ سے یک وقت دس بارہ قسم کی بولیاں بولتا ہے۔ دیپک راگ بھی۔ میگھ راگ بھی۔ اکہرا سُر بھی۔ دُہرا سُر بھی وغیرہ وغیرہ۔ شہروں کے "چڑیا گھروں" میں تو میں نے ابھی ایک ایسا جانور نہیں دیکھا لیکن مذاہب کے "عجائب خانے" میں ایک آدمی کے منہ سے بھانت بھانت کی بولیاں ضرور سنی ہیں۔ مثلاً عیسائیوں ہی کو لے لیجئے وہ یسوع مسیح کا نسب نامہ یوں بیان کرتے ہیں:۔

۱۔ یسوع مسیح۔ یوسف نجار کا بیٹا

۲۔ یسوع مسیح۔ داؤد کا بیٹا

۳۔ یسوع مسیح۔ خدا کا بیٹا۔

۴۔ یسوع مسیح کنواری مریم کا بیٹا۔

اب ان بھلے مانسوں سے کوئی پوچھے کہ تم کو جب معلوم نہیں تو یسوع مسیح کا نسب نامہ کیا ہے کو بیان کرنے لگے۔ چار باپوں کی نشان دہی کرنے سے تو بہتر تھا کہ ان کو "مجہول النسب" یا بے باپ کہہ دیتے۔ خصوصاً پہلی اور چوتھی دفعہ میں تو کوئی مطابقت ہی نہیں۔ مگر یہ ضرور ہے کہ اگر ایک ہی بانسری سے بیک وقت چند قسم کی آوازیں نکلیں تو مداری مجمع بہت آسانی سے لگا لیتا ہے۔ اور اسی فن کا ہی حال ان عیسائیوں کا ہے۔

سمیع اللہ بمبئی

۲۱/۱۲/۶۶

غیر مبایعین کے ایک فرضی ریزولیوشن پر اجمالی تبصرہ

اور

اس کا پس منظر!

(از مکرم خواجہ محمد صدیق صاحب فانی صدر جماعت احمدیہ بلوچپورہ کشمیر)

اگرچہ "عداوت محمود" میں غیر مبایعین حضرات ابتداء سے ہی بر سرِ پیکار اور ہرزہ سرائی میں ہمہ تن مصروف چلے آ رہے ہیں اور مصریوں و مستریوں جیسے افراد کے فرسودہ ہتھکنڈوں اور اشتعال انگیز کارروائیوں کا جامہ پہنتے ہوئے ہر وقت میدان مخالفت میں رقصاں نظر آتے رہتے ہیں اور اب حرب بجگہ خسر الدنیا والآخرۃ کا نتیجہ دیکھ چکے ہیں۔ اس کے برعکس ان لوگوں نے سیدنا امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی دن دگنی اور رات چوگنی ترقیات اور عالمگیر تبلیغ اسلام کے بلند و بالا اثرات اپنی آنکھوں سے دیکھ لی بلکہ ہندوستان کی سرزمین سے تو خدا تعالےٰ نے کلی طور پر ان کا اخراج بھی کیا ہے۔ [illegible] میں چند گنتی کے افراد ہی ڈھنڈورہ پیٹنے کیلئے باقی رہ گئے ہیں۔ یہ خوشی کی بات تھی کہ سرزمین کشمیر رواہ میں نام نہاد غیر مبایعین کم و بیش ہے چار سو مات اور جنازوں کی اقتدار میں نماز وغیرہ پڑھنے سے حتی الامکان پرہیز بھی کرتے تھے۔ مگر جب سے ماسٹر عبدالکریم صاحب اپنی بعض نازیبا حرکتوں سے تحقیق کی زد میں آکر مجرم ثابت ہونے کے بعد جماعت احمدیہ سے اخراج کی سزا پا چکے ہیں۔ تب سے ہی وہ مقامی چند نام نہاد غیر مبایعین کی کمان ہاتھ میں لے کر اپنے روایتی طریق پر جماعت احمدیہ کے خلاف ہمہ تن مصروف ہیں۔ ان کے اس طریقہ کار کو اب بھی بعض غیر مبایعین دوست ناپسندیدگی کی نگاہ سے ہی دیکھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ کشمیر رواہ کے مشہور شریف الطبع غیر مبایع چوہدری محمد رجب صاحب گنائی معہ اپنے دیگر چار رفقاء ان سے الگ مسجد اور جماعتی میل ملاپ کو ترک کر کے غیر احمدیوں کی مساجد میں جا کر نمازیں وغیرہ ادا کرتے ہیں۔ اور دینی و دنیاوی تمام تعلقات غیر احمدیوں سے قائم کر دیئے ہیں۔

زیر بحث بے بنیاد اور خلاف واقعہ ریزولیوشن بھی ماسٹر صاحب کی فتنہ پردازیوں اور شر انگیزیوں کی ایک کڑی ہے۔ چنانچہ اخبار پیغام صلح نمبر ۲۴ مورخہ ۱۴ ستمبر ۱۹۶۶ء کے صفحہ ۱۱ پر ایک فرضی ریزولیشن "جموں کے قدیم مبلغوں سے ایک درخواست" کے عنوان سے چوہدری عبدالحمید صاحب کی طرف سے شائع کرایا گیا ہے جس میں اعلان کیا گیا ہے کہ

"خدا تعالےٰ کے فضل و کرم سے جاری انجمن کے احباب و افراد جو ہندوستان پاکستان اور دنیا بھر کے حصوں میں آباد ہیں یہ سن کر بہت خوش ہوں گے کہ معدودہ جموں میں پھر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی پراونشل تنظیم عمل میں آ گئی ہے اور باقاعدہ تبلیغ و اشاعت کا کام جاری ہے۔"

(پیغام صلح ۱۴ ستمبر ۱۹۶۶ء)

اس کے ساتھ ہی اس فرضی کارروائی میں عہدیداران کی انتخابی فہرست درج کر کے اس ریزولیشن کو اور بھی مضحکہ خیز بنا دیا ہے میں قارئین کرام کی آگاہی اور ان نام نہاد عہدیداران کی اس جعلی کارروائی کو منظر عام پر لانے کے لئے [illegible] ان رہبران کا اختصاراً تعارف کرانا مناسب سمجھتا ہوں۔

اس فرضی کارروائی میں اس بے وجود پراونشل تنظیم کا "امیر" چوہدری غلام مصطفےٰ صاحب کو جتلایا ہے جو پیدائشی اکھنور کا ہے بعد ۱۹۴۷ء کے فسادات میں اکھنور سے ہجرت کر کے رواہ میں سکونت پذیر ہوا کچھ عرصہ کے بعد یہاں ایک غیر مبایع [illegible] دختر سے اس کا [illegible] نکاح ہوا۔ اس طرح بغیر کسی کی بیعت کے وہ اپنے ان رشتہ دار چند غیر مبایعین کا پیشرو بنا۔ اور پریذیڈنٹ کا عہدہ بھی سنبھال لیا۔ نیز چونکہ نام نہاد غیر مبایع ایک ہی خاندان اور ایک ہی کنبہ میں منسلک ہونے کی صورت میں چوہدری صاحب کو ان تمام پر فوقیت ہی حاصل ہو گئی۔ چنانچہ انہوں نے چند غیر مبایعین کو شرکت کے ساتھ غیر احمدیوں سے رشتہ و ناطہ کرنے اور ان کی قیادت میں نمازیں وغیرہ پڑھنے کی طرف رغبت دلائی اور اسی طرح سے اس نام نہاد جماعت کا رہا سہا وقار بھی ختم کر دیا چوہدری صاحب موصوف کو اب بھی بلا مبالغہ ہر مکفر و مکذب کی اقتداء میں نمازیں ادا کرتا ہے بلکہ اپنے اس فعل پر مصر بھی ہے کہ میں مرزا صاحب کے مکفر کی اقتداء میں نمازیں جائز سمجھتا ہوں کیونکہ وہ بھی مسلمان اور ہر کلمہ گو مسلمان ہوتا ہے۔" غرضیکہ اس قسم کی خرافات بیان کر کے اپنے آپ کو عوام میں ہر دلعزیز بنانے کی کوشش میں رہتا ہے۔ چنانچہ میرے ساتھ انہیں جموں میں ہی کفر و اسلام پر بحث کے دوران کسی ہی مقرر کردہ ثالث مکرم ڈاکٹر فضل الرحمن صاحب میڈیکل آفیسر جموں نے انہیں بدیں الفاظ مشورہ بھی دیا تھا کہ

بانی سلسلہ کھلا ہمارے ساتھ مل جائیں اور ہر احمدی کہلاتے ہوئے آپ کو ہمارے مولویوں کے پیچھے نمازیں پڑھنے کا کوئی حق نہیں ہے بلکہ آپ اپنی نمازیں بھی ضائع کرتے ہیں۔ یہ عجیب منافقت ہے کہ ہم تو مرزا صاحب کو نہ مسلمان سمجھتے ہیں اور نہ ہی مرزا صاحب کا نام لینا اپنی مساجد میں پسند کرتے ہیں اور آپ مرزا صاحب کو مجدد مان کر بھی ہمارے پیچھے نمازیں پڑھ لیتے ہیں آپکی تو وہی مثال ہے کہ

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

(دیکھو اخبار بدر ۲۷ نومبر ۱۹۶۲ء)

اسی طرح کی تنبیہ مکرم مرزا غلام نبی صاحب گرگی۔ ایم۔ اے۔ ایل ایل۔ بی۔ وکیل جالندھر نے بھدرواہ دے نے بھی ان کو اس موقعہ پر کی تھی جبکہ ان کی حق تعالیٰ میں مسئلہ نبوت پر مکرم مولانا شریف احمد صاحب امینی سے بھدرواہ میں تبادلہ خیالات ہوا تھا۔ نوٹ رہا تھا کہ

”چوہدری صاحب! آپ مرزا صاحب کی نبوت کا انکار کرکے احمدی نہیں کہلا سکتے۔ آپ کو اپنے عقیدہ پر ضرور نظرثانی کرنی پڑے گی“

(دیکھو اخبار بدر ۲۰ ستمبر ۱۹۶۲ء)

باوجود ان تنبیہات کے چوہدری صاحب تمام مساجد میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف کئی قسم کے نازیبا الفاظ سنتے ہوئے بھی برابر نمازیں وغیرہ ادا کرتے ہیں۔ لہذا ایسے شخص کی امارت میں جو انجمن تشکیل پائے گی۔ اس کی ایمانی غیرت کا اندازہ قارئین کرام خود کریں۔ البتہ اس ...... فرضی امارت کا ایک پہلو ضرور ہے کہ نام نہاد غیر مبائعین بھدرواہ کو ان میں چوہدری صاحب مذکور کے لئے ایک مکان کی تلاش ہے اور سابقہ مسجد مبارک کو اپنے قبضہ میں کر لینے کی خاطر پراونشل تنظیم کا ڈھونگ رچایا ہے۔

اسی ضمن میں ایک کارروائی ہے۔

ایک لطیفہ | قبل چوہدری صاحب مذکور کے ... ماسٹر عبدالکریم صاحب نے اپنے طور پر ... اسلامیہ جموں کو بھدرواہ سے ایک چٹھی لکھی تھی جس میں ہماری جماعت کے ایک ... رکن چوہدری غلام رسول صاحب گنائی کو ... نمائندہ ظاہر کرکے لکھا تھا۔ ...... جموں میں ہمارا نمائندہ موجود ہے لہذا اگذاری مسجد میں ... کے سپرد ہو سکے گا۔ اور یہ تمام کچھ ... میں ہی کیا گیا تھا۔ قارئین خود ہی کہ ... کے نام نہاد ممبران کا یہ خیال ہے کہ ... سب دہی اور کذب بیانی ہے ...

... اس ...

غلام مرتضیٰ

صاحب مکرم جموں کو ابھی اس نام نہاد صوبائی کمیٹی کا جنرل سیکرٹری ظاہر کیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ شیخ صاحب مذکور نے بقول ان کے نہ تو لاہوری جماعت کی بیعت ہی کی ہے اور نہ ہی وہ عملاً اپنے سُنّی راہ و رسم سے ذرا بھر بھی الگ ہوئے ہیں بلکہ بدستور مسجد جولاہکا جموں میں غیر احمدی امام کی اقتدا میں نمازیں وغیرہ پڑھتے اور غیر احمدیوں کے جنازے و رسومات دینی ادا کرتے ہیں۔ الا یہ کہ مولوی محمد علی صاحب مرحوم سابق امیر غیر مبائعین کی دینی خدمات کے معترف ہیں۔ اسی اعتراف کے صدقے انہیں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام بھدرواہ سے ... جنرل سیکرٹری کا عہدہ تفویض ہوا ہے۔ سبحان اللہ۔ اگر غیر مبائعین کے ہاں کسی فرد واحد کی تعریف کرنا ہی احمدی بننے کی سند ہے تو پھر ان دنیا بھر کے ہندو، سکھ اور عیسائیوں و پارسیوں وغیرہ کو بھی کیوں نہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا احمدی تصور کیا جا دے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دینی و اخلاقی امور میں برتر و اعلیٰ سمجھتے ہیں۔ اور بعض امور میں اُن کی نمایاں تعریف بھی کرتے ہیں۔ فتدبّرو۔

بہرحال منکرین خلافت کی انتخابی مہم کا نا رسوا اب اسی شکل میں سامنے آرہا ہے کہ کوئی بھی شخص خواہ وہ مسیح موعود پر ایمان بھی نہ رکھتا ہو حضور کے حکم و عدل مہدی موعود۔ امام الوقت ماننے سے بھی منکر ہی کیوں نہ ہو محض غیر مبائعین کے امراء کی ذاتی تعریف کرنے سے لاہوری جماعت کا ممبر بن سکتا ہے اور لاہوری احمدی بننے کا شرف حاصل کر سکتا ہے۔

چوتھے نمبر پر صوبائی کمیٹی کا ممبر عبدالمنان صاحب بنایا گیا ہے۔ حالانکہ یہ غریب چوہدری غلام مصطفیٰ صاحب کا پرائیویٹ کام کرتا ہے اور گھر کی صفائی کرنا، کپڑے دھونا، بچوں کو سنبھالنا اس کا کام ہے ان پڑھ محض ہونے کی صورت میں احمدی نام سے بھی ناواقف ہے اور بعید نہیں کہ غریب خانہ پر یہ شخص بیچارا ”نام“ سے متعارف ہے۔

دیگر ممبران و عہدیداران کی پوزیشن | علاوہ اس کے چوہدری عبدالحمید صاحب کاتب

ریزولیوشن ماسٹر عبدالکریم صاحب و چوہدری غلام مصطفیٰ صاحب ہر دو کا حقیقی نسبتی بھائی ہے یعنی عبدالشکور صاحب ماسٹر صاحب و چوہدری صاحب مذکورین کی حقیقی سالی کا لڑکا ہے اور ابھی تک زیر تعلیم اور عالم طفلی میں ہے۔ چوہدری عبدالواحد صاحب رشتہ میں چوہدری عبدالحمید صاحب مذکور کا چچا زاد بھائی اور چوہدری عبدالرحمٰن صاحب کنٹریکٹر کا لڑکا ہے۔ غرضیکہ سب عہدیداران و ممبران ایک ہی کنبہ کے افراد اور ایک ہی محلہ و مکان کے مکین ہیں اور یہی وہ گنتی کے افراد ہیں جو جماعت غیر مبائعین بھدرواہ سے بھی منسوب ہیں اور اب انہی افراد کو صوبائی تنظیم میں جتایا گیا ہے۔ ابھی نہ جانے ان بیچاروں کو اور کس کس مقام سے منسوب ہونا نصیب ہوگا۔

قارئین کرام یہ ہے بھدرواہ کی احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی مختصر روئداد اور پراونشل تنظیم کی فرضی کارروائی کی اصل حقیقت۔ یاد رہے کہ قصبہ بھدرواہ جموں شہر سے ۱۲۰ میل کی مسافت پر ہے اور جملہ تمام ممبران وغیرہ بھدرواہ میں ہی مختلف ملازمتوں اور تجارتی کاروبار میں مشغول ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کو بھی اتنی فرصت نہیں کہ وہ اپنی ملازمت یا کاروبار کو چھوڑ کر جموں میں باقاعدہ تبلیغ و اشاعت کا کام جاری کر سکے لہذا یہی صورت ان لوگوں کی صوبائی کمیٹی کی تشکیل کی بھی ہے جو گھر بیٹھے کاغذی گھوڑے دوڑاتے رہتے ہیں

نہ صرف یہ بلکہ یہ فرضی ریزولیوشن ماسٹر عبدالکریم صاحب کی ہی ذاتی اختراع ہے۔ جیسا کہ ہمیں مکرم بابو محمد یوسف صاحب پراونشل امیر جموں کی وساطت سے اسی کنبہ کے ایک فرد چوہدری محمد مصطفیٰ صاحب کے بھی ... اسی طرح کی رپورٹ ملی ہے کہ

”در حقیقت یہ تمام کارروائی ماسٹر عبدالکریم کی ہی ہے جو کچھ قسم فرضی کارروائیوں میں ید طولیٰ رکھتا ہے۔ ورنہ ہمارے خاندان میں کوئی دوسرا شخص اس قدر جھوٹ نہیں بول سکتا کون نہیں جانتا کہ جموں میں لاہوری جماعت کا جب کوئی ممبر ہی نہیں تو پراونشل تنظیم کہاں سے پیدا ہوگی۔ لہذا یہ ریزولیوشن قطعی جھوٹ اور فرضی ہے وغیرہ وغیرہ۔“

افسوس ہے کہ ماسٹر عبدالکریم صاحب نہ جانے منکر خلافت ہونے کے ساتھ ہی حق گوئی اور راست روی بھی کیوں ترک کر بیٹھے ہیں۔ مکرم ماسٹر صاحب میرے بچپن کے دوست اور ہم عصر بھی ہیں۔ اور مجھے اب بھی اُن سے اس بات کی حسن ظنی ہے کہ وہ راہ صداقت اختیار کرنے میں پھر سے سعی فرمائیں گے

میں بحیثیت ایک بھدرواہی اور ایک دوست کے جملہ غیر مبائعین بھدرواہ خصوصاً ماسٹر عبدالکریم صاحب کو اس موقعہ پر اس امر کی طرف ضرور توجہ دلاؤں گا کہ اگر وہ صحیح طور پر اور حقیقی معنوں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس زمانے کا امام اور مامور من اللہ یقین کرتے ہیں تو خدارا کم از کم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت کا لحاظ رکھ کر حضور کی اخلاقی تعلیمات کے پیش نظر ہی تبلیغ کو بازیچۂ اطفال بنانے سے اجتناب کریں اور اس بات کا احساس اندر ہی اندر پیدا کریں کہ کوئی بھی غلط بیانی یا غلط کارروائی حضور کے اس پاک مشن کے لئے مفید نہیں ہو سکتی جس مشن کو اپنی اپنی سمجھ کے مطابق دونوں جماعتوں نے دنیا بھر میں قائم کرنے کا عہد کیا ہے۔

آپ پر یہ بھی روشن ہے کہ بھدرواہ کے مشہور غیر مبائع مقتول برادران کس شدت کے ساتھ عداوت محمود میں جرمیں گھنٹے سرشار رہتے تھے اور ہر وقت کتابیں بغل میں دبائے گھر گھر قریہ قریہ لاہوریت کا پرچار کرتے تھے۔ آنجناب نے اُن دونوں بھائیوں کا انجام دیکھ لیا کہ کس طرح سے اُن کے خاندان سے نہ صرف یہ کہ لاہوریت کا ہی جنازہ نکل گیا بلکہ آج اس خاندان کا ایک ایک فرد سرے سے احمدیت کے خلاف برسرپیکار ہے۔ لہذا آپ بھی خالی بالطبع ہو کر ٹھنڈے دل سے غور کریں اگر ممکن ہو تو مرسل ربانی کی اُن بشارات کو غور سے پڑھیں جو حضور نے اپنے فرزند ارجمند کے حق میں بالفاظ ربّی فرمائے ہیں:۔

”بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا
جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دور اس مہ سے اندھیرا
دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اک دل کی غذا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی“

علاوہ ازیں اپنی تمام بیشتر اولاد کے حق میں خدا تعالیٰ کی تائید کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:۔

”خدایا تیرے فضلوں کو کروں یاد
بشارت تو نے دی اور پھر یہ اولاد
کہا ہرگز نہیں ہوں گے یہ برباد
بڑھیں گے جیسے باغوں میں ہوں شمشاد
خبر تو نے یہ مجھ کو بارہا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی“

سو غور فرمائیں کہ جس مقدس اولاد کے متعلق خدا تعالیٰ کا وعدہ اور بشارت ہو کہ یہ ہرگز برباد نہیں ہوں گے۔ اور پھر بعد ... ... سعادت بھی ... کر دی سو تو غور کیجئے آپکی مخالفت انہیں کیا نقصان پہنچا سکتی ہے۔ لہذا انتہائی ہے کہ ... پیغام صلح“ کے بجائے خدا تعالیٰ سے جنگ نہ کریں۔ اور خدا سے ڈریں اور اپنی ...

خاکسار خواجہ احمد صدیق فانی پراونشل سیکرٹری امور عامہ صوبہ جموں و صدر جماعت احمدیہ پونچھ و کشتواڑہ۔

موجودہ ملکی وبین الاقوامی مسائل اور مذہب میں انکا حل

تقریر مکرم مولوی عبداللہ صاحب بی۔ ایس سی حیدرآباد دکن بر موقعہ جلسہ سالانہ قادیان

(۳)

تمدنی مسائل

انسان مدنی الطبع واقع ہوا ہے یعنی اس کی طبیعت کا خاصہ یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے سے مل جل کر رہے۔ تمدنی زندگی سے تعلق رکھنے والے مسائل ہوں گے اچھے اخلاق، خوش معاملگی، جائز طریق پر دولت کمانا۔ محنت اور محنت سے کام کرنا اور قومی خدمت کا جذبہ وغیرہ۔ ان تفصیلات میں گئے بغیر کہ ہم کس حد تک منزل کی طرف گئے ہیں یہی کہوں گا کہ ان میں عظیم الشان انقلاب اور تبدیلی کی ضرورت ہے۔ جب ہم اپنے ملک کی تمدنی حالت کے مقابلہ میں مغربی ممالک کی تمدنی زندگی کو دیکھتے ہیں تو بڑی ہی مایوسی پیدا ہوتی ہے۔ ابھی حال میں میرے ایک دوست نے جو امریکہ گئے ہیں اپنے خط میں وہاں کے حالات کا نقشہ جن الفاظ میں کھینچا ہے وہ من وعن آپ کو سنا دیتا ہوں۔

"یہاں ایمانداری اور سچائی کا نمونہ ہے کسی دکان پر چلے جائیں ہزاروں کا اسٹاک ہوگا مگر ملازمین بہت کم اور وہ بھی اپنے دوسرے کاموں میں مصروف ہوں گے کوئی یہ نہیں دیکھتا کہ گاہک کیا لے رہا ہے۔ گاہک اپنی پسند کی مطلوبہ چیزیں خود ہی لے لیتا ہے اور ان تمام اشیاء کو ڈبے میں بھر کر دیتا ہے۔ جہاں ان کی قیمتیں مشین پر جمع کردی جاتی ہیں اور جمع شدہ رقم ایک کاغذ کے ایک پرزے پر مشین کے ذریعہ لکھ کر گاہک کو دیدی جاتی ہے۔ اس پر گاہک قیمت ادا کرکے اپنا مال لے کر باہر نکل جاتا ہے۔ کوئی شخص چوری سے کوئی چیز اپنی جیب میں نہیں ڈالتا۔ میں نے آج تک ایک کو بھی بھیک مانگتے نہیں دیکھا۔ آگے لکھتے ہیں یہ یہاں بسیں بھی چلتی ہیں مگر انہیں خانگی کمپنیاں چلاتی ہیں ۲۵ سینٹ میں پورے واشنگٹن کا سفر کیا جا سکتا ہے خاص بات یہ ہے کہ بس کنڈکٹر نہیں ہوتا سب کچھ ڈرائیور اپنی جگہ پر بیٹھا کرتا ہے۔ مسافر اس کے سامنے کے ڈبہ میں ۲۵ سینٹ ڈال کر اس کے ٹکٹ حاصل کرلیتے ہیں اور اسی کرایہ میں ایک روٹ سے دوسرے روٹ پر بھی سفر کرسکتے ہیں۔ کسی قسم کی گڑبڑ نہیں ہوتی۔ ڈسپلن کا خاص خیال ہے۔"

ہمیں اپنے ملک کے اندر بھی ایسی تبدیلی پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ ہندوستانی ماحول اور یہاں کی ذہنیت کے لحاظ سے چونکہ یہاں ہر فرد کو مذہب سے تھوڑا بہت لگاؤ ہے اور خدا، پرمیشر یا ایشور یا ماتما کا خوف دلایا جائے تو اثر ہوتا ہے لہذا مذہبی رنگ میں مقام رکھنے والے بزرگوں اور ذی اثر حضرات کا فرض ہے کہ اپنے اپنے حلقۂ اثر میں تمدنی حقوق و فرائض سے متعلق تعلیمات سے اپنے زیر اثر افراد کو آگاہ کریں اور خلاف ورزی کے نقصانات سے ڈرائیں۔

(۱) اخلاق کی درستی۔ اس مقصد کے حصول میں ممد و معاون رہنے والی پہلی اور ضروری چیز اخلاق کی درستی ہے۔ اچھے اخلاق کا دارومدار اس تربیت پر ہے جو انسان کو صغر سنی میں حاصل ہوتی ہے لہذا ہر خاندان کے بزرگوں کا فرض ہے کہ وہ قوم کے نونہالوں کو جو قوم کا قیمتی سرمایہ ہیں علمی دولت سے مالا مال کرنے کے ساتھ ساتھ ایسی تربیت دلائیں کہ وہ اپنے حسن اخلاق کی بدولت اپنے ملک کو ترقی یافتہ ممالک کے دوش بدوش لا کھڑا کریں۔ اس خصوص میں عورتیں یعنی بچوں کی مائیں بڑا اہم رول ادا کرسکتی ہیں۔ اُن میں اطاعت و فرمانبرداری کا مادہ پیدا کریں۔ اور اگر اخلاقی تعلیمات کو مذہبی قدروں کے تحت دلایا جائے تو اس کے اثرات بچے کے دل و دماغ پر اچھا اثر ڈالیں گے۔

(۲) صالح معاشرہ کے لئے دوسری اہم چیز خوش معاملگی ہے۔ معاملات میں جو خرابیاں پائی جاتی ہیں ان میں اصلاح بھی دینی بنیادوں پر ہی ممکن ہے۔ رسول کریم صلعم فرماتے ہیں۔

اشرف الایمان ان یامنک الناس واشرف الاسلام ان یسلم الناس من لسانک ویدک۔ یعنی اعلیٰ درجہ کا ایمان یہ ہے کہ لوگ تیرے ہاتھ سے امن میں رہیں اور کسی کو تجھ سے تکلیف نہ پہنچے خواہ وہ مالی لحاظ سے ہو یا جسمانی لحاظ سے زبان سے ہو یا ہاتھ سے اور یہی وہ ذرائع ہیں جن کی مدد سے سارے معاملات بروئے کار لائے جاتے ہیں۔ اگر ان ذرائع کو قابو میں رکھا گیا تو آپ فرماتے ہیں کہ لوگ یا یوں کہئے کہ ساری دنیا ایسے شخص سے محفوظ و امان میں رہے گی اور یہ گویا اعلیٰ درجہ کا اسلام ہے۔

(۳) تیسرا امر جو آج کل کے حالات میں انتہائی اہمیت کا حامل ہے وہ جائز یعنی حلال طریق پر روزی کمانا ہے۔ ناجائز روزی کمانے آمدنی پیدا کرنے اور اس میں اضافہ کرنے کے جو طریقے ہمارے ملک میں رائج ہیں۔ ان سے کم و بیش ہر شخص واقف ہے ان کی اصلاح بھی مذہبی قدروں ہی کے ذریعہ ممکن ہے۔

ہمارے اسلاف کے کارنامے شجاعت امانت، دیانت اور صداقت کے کارناموں سے بھرے پڑے ہیں اور آج ہمارے دور میں یہاں ہر قسم کی برائی کے واقعات منظر عام پر آتے ہیں۔ یہ سب کچھ محض دین و مذہب سے بیگانگی اور خدا تعالیٰ سے دوری کا نتیجہ ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں صاف الفاظ میں یہ حکم فرمایا لاتأکلوا اموالکم بینکم بالباطل یعنی باطل اور ناجائز طریق سے نہ دولت پیدا کرو اور نہ استعمال کرو۔

(۴) چوتھی چیز جو تمدن سے تعلق رکھتی ہے وہ چستی اور جانفشانی سے کام کرنا ہے ہمارے ملک میں سستی اور کام چوری کی بیماری عام ہے۔ ملک کی ہمہ جہتی ترقی کے لئے یہ نقص بھی بڑی سدِ راہ ہے۔ اگر ہم مغربی ممالک میں جائیں تو ایسا محسوس ہوگا کہ وہاں لوگ چل نہیں رہے بلکہ کوئی اہم کام درپیش ہونے کی وجہ سے دوڑ رہے ہیں اور یہ ان کا روزمرہ کا معمول ہے۔

(۵) پانچویں چیز اس ضمن میں بنی نوع انسان کی خیرخواہی کا جذبہ ہے۔ اس جذبہ کے فقدان ہی کا یہ کرشمہ ہے کہ ایک طبقہ مختلف ناجائز طریق استعمال کرکے دوسرے طبقہ کا خون چوس رہا ہے۔ ورنہ ذخیرہ اندوزی، چور بازاری، ملاوٹ، دھوکے بازی وغیرہ مذموم افعال دکھائی نہ دیتے اور نہ اتنی کساد بازاری کا دور دورہ رہتا جیسا کہ آجکل ہے

(۶) پھر ہمارے ملک میں یہ مرض بھی عام طور پر پایا جاتا ہے کہ خاندان میں ایک فرد کماتا ہے اور باقی افراد خاندان اس پر گذارہ کرتے ہیں۔ مغربی ممالک میں جونہی لڑکا اور لڑکی جوان ہوجاتے ہیں خود کفیل بننے کی کوشش کرتے ہیں وہاں Earn while you Learn یعنی تعلیم کے ساتھ ساتھ کمائی کرنے کا طریق بھی رائج ہے۔ چنانچہ ہر کالج کا طالب علم خود کفیل ہی نہیں ہوتا بلکہ پس انداز بھی کرتا ہے۔ یہ طریق بڑا اچھا ہے اس طرح فارغ اوقات میں غیر صحیح انداز فکر کے بجائے مصروفیت کے باعث قوم و ملک کی خدمت کی جانب صلاحیتیں کار فرما رہتی ہیں

اس خصوص میں جب ہم اسلامی تعلیمات پر نظر ڈالتے ہیں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ کما کر گذارہ کرنا بھی اسلام کا ایک جزو ہے۔

امن عامہ

امن وامان سے متعلق مسائل کی دو قسمیں ہیں۔ ایک داخلی امن اور دوسرا خارجی امن داخلی امن میں آپسی اتحاد و بھائی چارگی، قانون کا احترام و پابندی اور اتحاد بین المذاہب کے مسائل ہوں گے اور خارجی امن کا تعلق اتحاد بین الممالک کے مسائل سے ہوگا۔

آپسی اتحاد

موجودہ حالات میں آپسی اتحاد و بھائی چارگی کی فضا پیدا کرنا اور اسے قائم رکھنے کے لئے ہر بہی خواہ ملک کوشاں ہے چنانچہ وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی جی نے ۱۱ر نومبر ۱۹۶۶ء کو دہلی میں اپنی تقریر میں فرمایا:۔

"اتحاد و بھائی چارگی وقت کی اہم ضرورت ہے یہ بڑی افسوسناک بات ہے کہ ملک میں فرقہ پرستی اور علاقائی و دیگر تعصبات میں اضافہ ہوگیا ہے۔ ان حالات میں اتحاد کی سخت ترین ضرورت ہے"۔

اسلام نے اس بارے میں یہ اصولی ہدایت فرمائی کہ لاتعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین۔ یعنی تم میں کوئی کسی پر زیادتی نہ کرے۔ یاد رکھو اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اگر تم نے زیادتی کی تو اللہ تعالیٰ کی محبت یعنی اس کی تائید و نصرت سے محروم ہوجاؤ گے۔ اگر کوئی زیادتی کرنے والا شخص فوری طور پر اپنے کئے کی سزا نہ بھی پائے تب بھی خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت سے محرومی بالآخر اس کی زندگی کو اجیرن بنا دے گی۔ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک سے حسن سلوک کی ہدایت فرمائی ہے۔ فرماتا ہے۔ وبالوالدین احسانا وبذی القربیٰ والیتٰمیٰ والمسٰکین والجار ذی القربیٰ والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبیل وما ملکت ایمانکم ان اللہ لا یحب من کان مختالا فخورا۔ یعنی والدین کے ساتھ بہت احسان کرو نیز رشتہ داروں یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ اور رشتہ دار ہمسایوں اور بے تعلق ہمسایوں اور پہلو میں بیٹھنے والے لوگوں اور مسافروں اور جن کے تم مالک ہو ان کے ساتھ بھی۔ اللہ انہیں ہرگز پسند نہیں کرتا جو متکبر اور اترانے

والے ہیں۔

اس میں ایسی جامع اور مکمل تعلیم دی گئی ہے کہ انسانیت کا کوئی طبقہ اس سے باہر نہیں رہ جاتا۔ ایسا حسن سلوک تو الگ رہا۔ محض انسانیت کے ناطے محبت کے جذبہ کا بھی ہمارے ملک میں فقدان ہے۔ ذات پات کی کشمکش جاری ہے اس کی جڑیں بڑی گہری ہیں۔ اسلام نے اس مسئلہ کو نہایت ہی احسن طریق پر حل کیا ہے۔ چنانچہ بانیٔ اسلام آنحضرت صلعم ارشاد فرماتے ہیں۔

یا ایہا الناس الا ان ربکم واحد وان اباکم واحد الا لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لاحمر علی اسود ولا لاسود علی احمر الا بالتقوی۔

یعنی اے لوگو کان کھول کر سن لو کہ تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک تھا اور یہ کہ عربوں کو غیر عرب پر کوئی فضیلت ہے۔ اور نہ غیر عرب کو عربوں پر۔ نہ گوروں کو کالوں پر فضیلت ہے اور نہ کالوں کو گوروں پر سوائے تقویٰ یعنی ذاتی خوبی کے جس کی بدولت کوئی شخص دوسروں سے آگے نکل جائے۔

یہ اسلامی نظریہ انسانی مساوات کا بنیادی پتھر ہے جس میں سب اقوام عالم کو بلا استثناء ایک لیول پر کھڑا کر کے پھر ان میں انفرادی کوشش اور انفرادی جدوجہد کی بناء پر مسابقت کی روح پیدا کی گئی ہے تاکہ انسان ذاتی اوصاف کے زور سے آگے نکل جائے اور ساتھ ہی ایک انسان کو دوسرے انسان سے کسی بنیاد پر نفرت کا جذبہ پیدا ہونے پائے اور ملک کے امن و امان میں خلل واقع نہ ہو۔

قانون کا احترام

امن و امان کی برقراری کے لئے دوسری اہم چیز جو موجودہ حالات میں بہت ضروری، وہ قانون کے احترام و پابندی سے تعلق رکھتی ہے۔ اس جذبہ کی کمی کا یہ نتیجہ ہے کہ آج ملک فضا سخت مکدر ہو چکی ہے اور اس کے وقار کو صدمہ پہنچ رہا ہے۔ کہیں طلباء کے ہنگامے ہیں تو کہیں کسی اور غرض کے لئے پر تشدد۔ واقعات۔ اسلام نے قانون کی پابندی کا حکم دیا ہے۔ اور جہاں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا حکم ہے وہیں دنیوی حکام یعنی اولی الامر کی اطاعت لازمی قرار دی گئی ہے وہ اجازت نہیں دیتا کہ کوئی شخص قانون کو اپنے ہاتھوں میں لے۔ اس امر کیا ... [illegible] ... سے کام لیا ہے ... [illegible] ... نے قانون

اپنے ہاتھ میں لینے والوں کو ایسا ہی مجرم قرار دیا ہے۔ جیسا کہ بلا وجہ حملہ کرنے والا مجرم ہے۔

آپ کی ہدایت یہ ہے کہ اگر کسی ناگوار یا ناپسندیدہ امر کے باعث کسی طبیعت میں اشتعال پیدا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ ٹھنڈا پانی پی لے چل رہا ہو تو کھڑا ہو جائے کھڑا ہو تو بیٹھ جائے۔ اور اگر بیٹھا ہو تو لیٹ جائے۔

قرآن کریم ہمیں اپنی زندگیوں کو صحیح خطوط پر ڈھالنے کے لئے ایک اصولی ہدایت دیتا ہے۔ فرمایا۔ لیس البر بان تاتو البیوت من ظھورھا ولکن البر من اتقی واتوا البیوت من ابوابھا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون۔

اس آیت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ غیر شرعی طریق سے جائز کام بھی ناجائز ہو جاتا ہے کیونکہ فرماتا ہے اپنے گھروں میں بجائے داخل ہونے کا تم کو ہر وقت اور اختیار حاصل ہے۔ ان میں بھی اگر تم دیوار پھاند کر داخل ہو تو یہ امر نیکی نہیں سمجھا جائے گا گویا اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کام کے لئے ایک راستہ معین فرمایا ہے۔ اگر انسان اس راستہ سے اس کو کرتا ہے تو اس کا یہ کام نیکی قرار دیا جائے گا اور اگر کوئی کام نیک تو ہو لیکن اس کے کرنے کا طریق غلط ہو تو وہ عمل نیک نہیں رہے گا۔ مثال کے طور پر حقوق کا مطالبہ ہے اگر قانونی اور جائز طریق پر لیا جائے تو وہ ایک مستحسن فعل ہو گا لیکن اگر کوئی ہڑتال پر تشدد مظاہروں وغیرہ ناجائز راستوں سے حاصل کرنے کی کوشش کرے گا تو قانونی دار و گیر کا مستوجب قرار پائے گا۔ اس لئے کہ حق و انصاف اور سچائی اور رحم، ناحق دستوں، ناانصافی، جھوٹ اور ظلم کے راستہ سے قائم نہیں ہو سکتے

اتحاد بین المذاہب

ہندوستان مختلف مذاہب کا گہوارہ ہے۔ اس میں ہندو مسلمان سکھ عیسائی یہودی پرسٹ جینی وغیرہ ہر مذہب کے ماننے والے رہتے بستے ہیں ان میں مذاہب کی بنیاد پر باہمی نفرت و عداوت اور بغض و کینہ کا قلع قمع ہندوستان کی قومی ترقی کے لئے انتہائی ضروری ہے تاکہ ہماری توانائیاں مشترکہ طور پر ملک کی ہمہ جہتی ترقی پر صحیح طریق پر صرف ہوں اس مسئلہ کا حل بھی مذہب اسلام میں نہایت احسن طریق پر موجود ہے اس نے تعلیم دی کہ دنیا میں جتنے مذاہب پائے جاتے ہیں وہ یونہی عالم وجود میں نہیں آگئے۔ بلکہ خدا نے ان کے بانیوں کو نبی، رشی، منی اور اوتار بنا کر مبعوث کیا جیسا کہ فرمایا وان من امۃ الا خلا فیھا نذیر۔ یعنی کوئی امت ایسی نہیں جس میں خدا کی طرف سے ڈرانے والا نہ آیا ہو ایک اور جگہ فرمایا ولکل قوم ھاد پچھلی آیت میں امت کا ذکر تھا تو یہاں قوم کا لفظ استعمال کر کے بتایا کہ ہم نے ہر قوم میں بھی ہادی یعنی اللہ کے راستہ کی طرف ہدایت دینے والے بھیجے ہیں اس سلسلہ میں مقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام کی پیش کردہ تعلیم جو قرآن کریم کا خلاصہ ہے بڑی ہی اہم اور وقت کی ضرورت کو بطریق احسن پورا کرنے والی ہے۔ حضور فرماتے ہیں:

”ہم لوگ دوسری قوموں کے نبیوں کی نسبت ہرگز بد زبانی نہیں کرتے بلکہ ہم یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ جس قدر دنیا میں مختلف قوموں کے لئے نبی آئے ہیں اور کروڑہا لوگوں نے ان کو مان لیا ہے اور دنیا کے کسی ایک حصہ میں ان کی عظمت اور محبت جاگزیں ہو گئی ہے اور ایک زمانہ دراز اس محبت اور اعتقاد پر گذر گیا ہے تو بس یہی ایک دلیل ان کی سچائی کے لئے کافی ہے۔ کیونکہ اگر وہ خدا کی طرف سے نہ ہوتے تو یہ قبولیت کروڑہا لوگوں کے دلوں میں نہ پھیلتی۔“

تحفہ قیصریہ میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

”یہ اصول نہایت پیارا اور امن بخش اور صلح کاری کی بنیاد ڈالنے والا اور اخلاقی حالتوں کو مدد دینے والا ہے کہ ہم ان تمام نبیوں یعنی اوتاروں کو سچا سمجھ لیں جو دنیا میں آئے خواہ ہند میں ظاہر ہوئے ہوں یا فارس میں یا کنعان اور ملک میں اور خدا نے کروڑہا دلوں میں ان کی عزت و عظمت بٹھا دی اور ان کے مذہب کی جڑ قائم کر دی ۔ ۔ ۔ ۔ یہی اصول ہے جو قرآن کریم نے ہمیں سکھایا اسی اصول کے لحاظ سے ہم ہر ایک مذہب کے پیشوا کو جن کی سوانح اس تعریف کے نیچے آ گئی ہے عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں گو وہ ہندوؤں کے پیشوا ہوں یا پارسیوں کے یا یہودیوں کے مذہب کے یا عیسائیوں کے مذہب کے۔“

چنانچہ جماعت احمدیہ انہی تعلیمات کے تحت ہر سال سیرت پیشوایان مذاہب کا ایک دن مناتی ہے جس میں ایک ہی سٹیج سے مختلف مذاہب کے پیشوا کی سیرت اس مذہب کا پیرو بیان کرتا ہے تاکہ محض مذہب کی بناء پر ایک فرد کو دوسرے سے دوری نہ ہونے پائے اور آپس میں محبت و اخوت اور بھائی چارگی کا جذبہ پیدا ہو جو وقت کی اہم ضرورت ہے۔

بین الاقوامی مسائل

ان مسائل میں سب سے اہم امن عالم کا مسئلہ ہے۔ اس لئے کہ اس میں خلل آ گیا تو دنیا کا کوئی خطہ بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا دنیا میں اس وقت ہر طرف بدامنی کا دور دورہ ہے ویت نام کا مسئلہ عالمی امن کے لئے خطرہ بنا ہوا ہے۔ خود ہمارا ملک چین اور پاکستان کے گٹھ جوڑ کی وجہ خطرہ سے دو چار ہے ملک شام کی حکومت کا تختہ شام میں کچھ ہوتا ہے تو صبح میں کچھ اردن اور اسرائیل میں نوک جھونک ہو رہی ہے۔ اسی طرح کم و بیش تمام ممالک میں بے چینی پائی جاتی ہے اور ہر ایک کا دعویٰ یہ ہے کہ اس کی ساری مساعی قیام امن عالم کے لئے جاری ہیں۔ جنگیں ہوتی ہیں تو وہ بھی قیام امن کے نام پر ہوتی ہیں۔ طاقتور قومیں اور ترقی یافتہ ممالک ایک دوسرے سے خائف اور اپنی سائینسی طاقت کے مظاہرے کے لئے مسابقت کی دوڑ میں لگے ہوئے ہیں گویا ساری دنیا اس وقت ایک سرد جنگ کے نرغہ میں پھنسی ہوئی ہے اور خدانخواستہ اس بارود کے ڈھیر میں کوئی چنگاری پڑ گئی تو ایسی تباہی کا اندیشہ ہے کہ اس کے بعد بھی کبھی دنیا ہیروشیما اور ناگاساکی کے ہولناک واقعات بھول جائے گی۔ پس ایسی تباہی سے بچنے کا حل بھی اسلام ہی میں ملتا ہے۔

اس ضمن میں سب سے پہلے تو یہ تعلیم ملتی ہے کہ ہر مملکت کی باگ ڈور ایسے ہاتھوں میں ہونی چاہیئے جو عدل و انصاف کو مقدم رکھنے والے ہوں۔ ارشاد ہوتا ہے

ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلھا واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل ان اللہ نعما یعظکم بہ۔

یعنی اللہ یقیناً تمہیں اس بات کا حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے مستحقوں کے سپرد کرو اور یہ کہ جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل پر مبنی ہو۔ اللہ جس بات کی تمہیں نصیحت کرتا ہے وہ بہت ہی اچھی ہے۔

انہیں عوام کو ہدایت ہے کہ جب ووٹ کا وقت آئے تو دیکھو کہ جو اس آیت کا دوسرا حصہ چنے جانے والوں کی ہدایت سے متعلق ہے کہ جب تم چنے جاؤ تو عدل و انصاف کو مدنظر رکھو یہ بات بہت ہی اچھی اس طرح ہوگی کہ اس سے نہ صرف یہ کہ داخلی امن برقرار رہیگا۔

اگر ایک مملکت اچھے حالتوں میں ہونے کی وجہ اپنوں اور بیگانوں سے عدل و انصاف سے پیش آتی ہے۔ لیکن دوسری مملکت اس نعمت سے محروم ہونے کے باعث ناانصافی کو اپنا شعار بناتی ہے تو ایسی صورت میں اس پر کامیابی و کامرانی کا یہ گُر بتایا کہ وصابروا ورابطوا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون۔ یعنی صبر کرو اور سرحدوں کی نگرانی رکھو اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ اور جب تمہارے قدم کو کامیابی کے راستے پر دیکھتے ہوئے وہ دوسری مملکت نادم ہو کر صلح کی طرف مائل ہو تو ایسی صورت کے لئے فرمایا وان جنحوا للسلم فاجنح لہا وتوکل علی اللہ انہ ھو السمیع العلیم یعنی اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی صلح کرلو اور اللہ پر توکل کرو یعنی اس خیال سے نہ ڈرو کہ کہیں وہ (دشمن) بعد میں دھوکا نہ دے جائیں اس لئے کہ اللہ بہت سننے والا اور بہت جاننے والا ہے۔

ہر حال میں انصاف کرنے پر زور دیا گیا ہے تا کہ امن عالم کی صورت پیدا ہو حتیٰ کہ دشمنوں سے معاملت کرنے میں بھی انصاف کو مد نظر رکھنے کا ارشاد ہوتا ہے فرمایا

ولا یجرمنکم شنآن قوم علیٰ الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ واتقوا اللہ ان اللہ خبیر بما تعملون

یعنی کسی قوم کی دشمنی ہرگز تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو تم پر تو فرض یہی ہے کہ تم انصاف کرتے چلے جاؤ اس لئے کہ وہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے بلکہ تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو خوب یاد رکھو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے یقیناً باخبر اور آگاہ ہے۔

پہلی جنگ عظیم کے بعد دنیا کا مفکر و دانشمند طبقہ اس امر کا متلاشی رہا کہ کوئی ایسا حل ڈھونڈھ نکالنا چاہیئے جس سے ایسی عالمگیر تباہ کاریوں کا خاتمہ ہو اور عالمی امن برقرار رہے چنانچہ اسی مقصود کی تکمیل کے لئے لیگ آف نیشنز بنائی گئی۔ لیکن یہ نہ سوچا کہ دنیوی برائیوں کا سر کچلنے کے لئے دنیوی طاقت بھی ضروری ہوتی ہے۔ پس چونکہ لیگ آف نیشنز کی اپنی کوئی فوج نہ تھی وہ سخت ناکام ہو گئی۔ اگر ان کو روحانیت سے ذرا بھی لگاؤ ہوتا تو وہ جان لیتے کہ جب روحانی برائیوں پر غلبہ پانے کے لئے روحانی طاقت کی ضرورت ہوتی ہے تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ بغیر فوجی طاقت کے وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتے۔ اس کے بعد یو۔ این۔ او اسی عزم کو لے کر اٹھی کہ وہ دنیا کو جنگ سے نجات دلائے گی۔ اور امن و امان قائم کر دے گی لیکن آج ہم دیکھتے ہیں کہ ویٹ نام کا قضیہ ابھی تک چکانے سے وہ قاصر ہے اور سیکرٹری جنرل او تھانٹ اس مسئلہ میں ناکامی کے باعث اس عہدہ پر برقرار رہنے کے لئے تیار نہیں۔

یو۔ این۔ او جیسے ادارہ کے قیام کی جہاں اسلامی تعلیمات میں رہنمائی ملتی ہے وہاں اس کے لئے طریق کار بھی وضع کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

فاصلحوا بینہما فان بغت احدٰھما علی الاخریٰ فقاتلوا التی تبغی حتیٰ تفیٓء الیٰ امر اللہ فان فآءت فاصلحوا بینہما بالعدل واقسطوا ان اللہ یحب المقسطین

یعنی ایسے ادارہ کا فرض ہوگا کہ اگر دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان دونوں میں صلح کرا دے اور اگر صلح ہو جانے کے بعد ان میں سے ایک دوسرے پر چڑھائی کرے تو اس ادارہ کے تمام اراکین مل کر اس چڑھائی کرنے والے کے خلاف جنگ کریں یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے یعنی یہ کہ سیدھا ہو جائے۔ اس کے بعد عدل کے ساتھ ان دونوں لڑنے والوں میں صلح کرا دیں اور ایسے موقع پر بھی انصاف کو مد نظر رکھیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

یہ ایسی سنہری تعلیم ہے کہ اگر یو۔ این۔ او ان اصول کے مطابق اپنا لائحۂ عمل مرتب کر کے عمل کرے تو عالمی امن کی صورت پیدا ہو سکتی ہے

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا کو عقل سلیم سے کام لینے کی توفیق عطا کرے اور اسلامی تعلیمات کو اپنانے کے لئے اُن کے قلوب میں وسعت پیدا کرے۔ تا ساری دنیا امن و چین کے دن دیکھے اور حقیقی ترقی سے ہمکنار ہو اور انسانیت کی قدریں اُجاگر ہوں۔ آمین۔

اعلان نکاح

برادرم محمد ناصر سلمہ کا نکاح حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے مورخہ ۱۲/۱۲/۶۵ کو بعد نماز عصر مسجد مبارک میں مسماۃ خلیلہ خاتون صاحبہ بنت مکرم برادرم امیار محمد صاحب بسکرا سے مبلغ ایک ہزار روپے حق مہر پر پڑھا۔ خدا تعالیٰ اس رشتہ کو جانبین کیلئے موجب برکت بنائے۔ آمین۔

خاکسار محمد سعید انور قادیان

صدقۃ الفطر

صدقۃ الفطر بظاہر ایک چھوٹا اور معمولی سا حکم معلوم ہوتا ہے۔ مگر بعض احکام جو دیکھنے میں معمولی نظر آتے ہیں لیکن حقیقت میں وہ بڑے اہم اور ضروری ہوتے ہیں۔ ان کا ادا کرنا خدا تعالیٰ کی خوشنودی اور نہ ادا کرنا خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہو سکتا ہے۔ اس قسم کے اسلامی حکموں میں سے جو حقوق العباد سے تعلق رکھتے ہیں ایک حکم صدقۃ الفطر کا بھی ہے جو کہ تمام مسلمان مردوں اور عورتوں اور بچوں پر خواہ کسی حیثیت کے ہوں فرض ہے۔ بلکہ معتبر روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ غلام اور نوزائدہ بچوں پر صدقۃ الفطر فرض ہے جو شخص اس فرض کو ادا نہ کر سکتا ہو تو اس کی طرف سے اس کے سرپرست یا مربی کے لئے ضروری ہے کہ وہ ادا کرے اس کی مقدار اسلام نے ہر ذی استطاعت شخص کے لئے ایک صاع عربی پیمانہ مقرر کی ہے جو کہ کم و بیش ۲½ سیر ہوتا ہے۔

سالم صاع کا ادا کرنا افضل اور اولیٰ ہے

البتہ جو شخص سالم صاع ادا کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو وہ نصف صاع بھی ادا کر سکتا ہے چونکہ آجکل صدقۃ الفطر نقدی کی صورت میں ادا کیا جاتا ہے۔ اس لئے جماعتیں غلہ کے مقامی نرخ کے مطابق فطرانہ کی شرح مقرر کر سکتی ہیں

صدقۃ الفطر کی ادائیگی عید سے کم از کم پانچ روز پہلے ہو جانی چاہیئے۔ تا کہ بیواؤں اور یتیموں کی اس رقم سے طعام اور لباس کے لئے بر وقت امداد کی جا سکے۔

یہ رقم مقامی غرباء اور مساکین پر بھی خرچ کی جا سکتی ہے۔ لیکن جماعتوں میں صدقۃ الفطر کے مستحق لوگ نہ ہوں۔ تو ایسی تمام رقوم مرکز میں بھجوا دینی چاہئیں۔

یاد رہے کہ صدقۃ الفطر سے دیگر مقامی ضروریات پر خرچ کرنے کی ہرگز اجازت نہیں۔ قادیان کے ارد گرد غلہ کی اوسط قیمت کے مطابق ایک صاع کی قیمت ۲/- روپے بنتی ہے۔ پس یہاں کے لئے فطرانہ کی پوری شرح مبلغ دو روپے مقرر کی گئی ہے

عید فنڈ

نیز سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ سے ہر کمانے والے فرد کے لئے ایک روپیہ فی کس کی شرح سے عید فنڈ مقرر ہے۔ اس لئے احباب اس مد میں بھی زیادہ سے زیادہ چندہ ادا کر کے عند اللہ ماجور ہوں۔ اس مد میں وصول ہونے والی ساری رقم مرکز میں آنی چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے فضل سے جملہ احباب جماعت کو ان ضروری فریضوں کی ادائیگی کی توفیق عطا فرمائے۔

ناظر بیت المال قادیان

خبریں

نئی دہلی ۴ر جنوری۔ آج پردھان منتری شریمتی اندرا گاندھی اور زیر زمین ناگاؤں کے مابین جس کی رہنمائی مسٹر کو کالو سکھائی کر رہے تھے بات چیت کا پانچواں روز شروع ہوا۔ آج بات چیت پون گھنٹہ جاری رہی۔ شریمتی اندرا گاندھی کے ساتھ امور خارجہ کے راجیہ منتری شری بپن سنگھ پردھان منتری کے سیکرٹری ایل۔ کے جھا، ہوم سیکرٹری شری ایل۔ پی سنگھ اور ناگالینڈ کے سیکرٹری شری ٹی۔ این کول بھی بیٹھے تھے۔ بات چیت مبارکباد کے تبادلہ کے ساتھ شروع ہوئی۔ پردھان منتری نے امید ظاہر کی کہ نئے سال میں مسئلہ حل ہو جائے گا۔ آج دونوں طرف سے اپنی اپنی پوزیشنوں کا اعادہ کیا گیا۔ اور فیصلہ کیا گیا کہ گورنمنٹ کی طرف سے شری بپن سنگھ اور سرکاری افسروں اور ناگاؤں کی طرف سے مسٹر راسمیو اور چند دیگر ممبران کے مابین غیر رسمی بات چیت جاری رکھی جائے۔

بتایا گیا ہے کہ فریقین نے اس بات پر زور دیا کہ ان تمام رکاوٹوں اور مسئلہ کا پرامن ڈھنگ سے حل کیا جائے۔ جب پوچھا گیا کہ آج کی بات چیت کچھ بڑھی ہے تو سرکاری ترجمان نے کہا کہ یہ حقیقت کہ فریقین نے غیر رسمی بات چیت کرنا منظور کر لیا ہے بات چیت کے آگے بڑھنے کی علامت ہے۔ بتایا گیا ہے کہ شریمتی اندرا گاندھی نے میٹنگ میں کہا ہے کہ وہ بھارت یونین کے اندر ناگالینڈ کو زیادہ سے زیادہ خود مختاری دینے کو تیار رہیں گی۔ اور اگر اس مقصد کے لئے آئین میں ترمیم کرنی پڑی تو وہ یہ بھی کر دیں گی۔ ادھر اتنا ناگالینڈ کے سکھیہ منتری شری ٹی۔ این انگامی نے دہلی آتے ہوئے ... ہیں۔ ایک بیان میں کہا کہ اب وقت ہے کہ باغی ناگا پردھان منتری اور ان کا حوصلہ ... کیا چاہتے ہیں۔ ناگالینڈ اور مرکز کی سرکاریں اور ناگالینڈ کے عوام غیر معین عرصہ تک انتظار نہیں کر سکتے۔ اگر زیر زمین ناگالینڈ کے عوام کے مفادات کے حامی ہیں تو وہ یقیناً بے قصور لوگوں کی تکالیف کا احساس کریں گے۔ اور موجودہ صورت حال کی حقیقت کا سامنا کریں گے۔ ... گیا ہے کہ حکومت اس پوزیشن پر ... رہے گی کہ ناگاؤں کی جائز امنگوں ... پورا کرنے کے لئے ہر ممکن ہم آہنگی ... پیدا کرنے کی کوشش کی جائے گی ... بشرطیکہ باغی ناگا بھارت یونین کے اندر ... مسئلہ کا حل قبول کریں۔ اس دوران میں پبلک ...

منتری مورارجی ڈیسائی کے انتخابی دورہ پر کل حیدر آباد کے لئے روانہ ہو رہی ہیں۔ شری سوکھاڑیا بھی ۸ جنوری کو دہلی سے جا رہے ہیں۔

پٹنہ ۳ر جنوری۔ آمدہ اطلاع مظہر ہے کہ آج بہار شریف میں طلباء کے مشتعل ہجوم نے مقامی راجندر کانگرس بھون کو آگ لگا دی۔ انہوں نے دس دسمبر کو مظفر پور میں طلباء پر کی گئی پولیس فائرنگ کے خلاف پروٹسٹ کے طور پر کالی جھنڈیوں سے جلوس نکالا تھا۔ پندرہ دن تک بند رہنے کے بعد کالج آج ہی کھلے تھے۔ ایک پولیس اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ کے قریب حملہ ہوا۔ طلباء سرکار کے خلاف نعرے لگا رہے تھے۔ اور مانگ کر رہے تھے کہ مظفر پور اور دوسرے مقامات پر جو طلباء اور پروفیسر ہلاک ہوئے تھے ان کے گھر والوں کو معاوضہ دیا جائے۔

لکھنؤ ۴ر جنوری۔ پردھان منتری شریمتی اندرا گاندھی رائے بریلی کا دورہ مکمل کر کے آج صبح لکھنؤ واپس پہنچ گئیں۔ شریمتی اندرا گاندھی نے کل اپنے حلقہ رائے بریلی میں دو جلسوں میں تقاریر کرنے کے علاوہ کانگرسی ورکروں کو بھی خطاب کیا۔ انہوں نے اپوزیشن پارٹیوں پر کڑی نکتہ چینی کے علاوہ گئو ہتیا بند کرنے کے سلسلہ میں جاری اندولن اور سنت فتح سنگھ کے مرن برت کا بھی ذکر کیا۔ اور کہا کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ سرکار پنجاب میں سنت فتح سنگھ کی دھمکیوں کے آگے جھک گئی ہے۔ چنانچہ آپ نے کہا کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ہم اس سٹینڈ سے ایک انچ بھی پیچھے نہیں ہٹے جو کہ گورنمنٹ نے پارلیمنٹ میں لیا تھا۔ آپ نے مزید کہا کہ میں نے چنڈی گڑھ اور بھاکڑا ڈیم پراجیکٹ کے متعلق صرف اسی وقت ثالثی کرنی منظور کی۔ جبکہ پنجاب اور ہریانہ کے چیف منسٹروں نے مجھ سے مشترکہ طور پر ایسی درخواست کی۔ پردھان منتری نے یہ بھی کہا کہ مجھ پر یہ الزام لگایا جا رہا ہے کہ میں نے سنت فتح سنگھ سے ڈر کر ان سے کئی رعایتیں کیں۔ مگر میں نے جگت گرو سے کوئی اپیل نہیں کی۔ اور کہا کہ سوامی داس کے طور پر میں نے سنت فتح سنگھ کے ایک خط کا جواب دیا تھا۔

گئو ہتیا بند کرنے کے متعلق جاری اندولن کا ذکر کرتے ہوئے پردھان منتری نے کہا کہ یہ بڑی عجیب بات ہے کہ کچھ لوگوں نے اپنی شکایات اور مطالبات پر زور دینے کے لئے اس خاص مرحلہ کو چنا ہے حالانکہ یہ شکایات اور مطالبات کوئی نئے نہیں۔ یہ شکایات ... ۲۰۰ ... سالوں سے موجود ہیں۔ اور انہیں ... مذاکرات سے حل کرنے کی کوشش کی جاتی رہی۔ ... آپ نے اپنے مطالبات کو منوانے کے سلسلہ میں کچھ لوگوں کی طرف سے ... اختیار کئے گئے طریقوں کی بھی مذمت کی۔ ... اور کہا کہ گئو ہتیا پر مکمل پابندی لگانے کا مطالبہ کچھ عرصہ سے پیش کیا جا رہا ہے۔ یہ مطالبہ ان صوبوں میں کیا جا رہا ہے جہاں کہ گئو ہتیا پر قانونی طور پر پابندی عائد ہے جیسا کہ اتر پردیش میں۔ گورنمنٹ باقی صوبوں کو یہ ترغیب دینے کی کوشش کر رہی ہے کہ گئو ہتیا پر پابندی لگائیں۔ لیکن ۷ر نومبر کو دہلی میں جو کچھ ہوا ان کوششوں میں رکاوٹ پڑ گئی ہے اور پابندی لگانے کا سارا عمل ٹھپ ہو گیا ہے۔ آپ نے کہا کہ یہ مسئلہ حل کیا جائے گا۔ لیکن دھمکیوں اور ایجی ٹیشن سے ہرگز نہیں۔ پردھان منتری نے مزید کہا کہ حال ہی میں گئو ہتیا پر پابندی لگانے کا مطالبہ کرنے والوں کے ساتھ بات چیت کے دوران میں نے انہیں یہ پیشکش کی تھی کہ گورنمنٹ اس سلسلہ میں سب کچھ کرنے کو تیار ہے بشرطیکہ وہ ان پشوؤں کی دیکھ بھال اپنے ذمہ لینا منظور کریں۔ جو کہ خشک سالی والے علاقوں میں بھوک سے مر رہے ہیں۔ مگر مجھے جواب ملا کہ وہ بہرا زانداز کیا گیا تھے۔ پردھان منتری نے یہ بھی اعلان کیا کہ گورنمنٹ گئو ہتیا پر پابندی لگانے کے لئے آئین میں ترمیم کرنے کو تیار نہیں۔ کیونکہ یہ صوبائی گورنمنٹ کا معاملہ ہے۔ آئین میں ترمیم کرنے سے مزید الجھنیں پیدا ہوں گی۔

بمبئی ۴ر جنوری۔ سابق ڈیفنس منسٹر وی کے کرشنا مینن نے کل یہاں اعلان کیا کہ آپ اگلے مہینے حلقہ شمال مشرقی بمبئی سے بطور آزاد امیدوار چناؤ لڑیں گے۔ یاد رہے کہ پچھلے دنوں کانگرس نے انہیں اس حلقہ سے ٹکٹ دینے سے انکار کر دیا تھا۔ اور ۲۸ر دسمبر کو آپ کانگرس سے مستعفی ہو گئے ... شام مرکزی بمبئی میں ... نے تقریباً ۱۲ہزار کو اشخاص کے سامنے پون گھنٹہ تقریر کی۔ اور تقریر کے اختتام پر آپ نے اپنے اس ارادہ کا اعلان کیا۔

یاد رہے کہ پچھلے دو چناؤ شری مینن نے حلقہ شمالی بمبئی سے لڑے تھے۔ اب حلقہ شمالی بمبئی کے دو حصے کئے جا چکے ہیں۔ اور اس کا بیشتر حصہ حلقہ بمبئی شمال مشرقی میں ہے۔

مسلم پرسنل لا میں ترمیم ایک نازک مسئلہ ہے

(بقیہ صفحہ اول)

میں پیش کر کے قانون بنا دیا جائے۔

ہم اس نوٹ کے ساتھ حق پسند سیکولر دماغ رکھنے والے ممبران پارلیمنٹ سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس مسئلہ پر ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ مسلمانوں کے پرسنل لا کو پارلیمنٹ کی مداخلت درانداز سے بالا سمجھا جائے اور مسلمانوں کی بے چینی کو دور کیا جائے۔

ہمیں اس بات کا شدید اندیشہ ہے کہ اگر یہ ترمیم کی بات سرے چڑھ گئی تو کوئی بعید نہیں کہ اس کے بعد مسلم تو زمین کے مطابق دفن کرنے کے بارہ میں بھی کسی کو اعتراض ہو گا وہ اس کو لے کر پارلیمنٹ میں چلا جائے گا اور اکثریتی فرقہ کی طرح انہیں بھی مجبور کیا جائے گا کہ وہ بھی اپنے مردوں کو دفن کرنے کی بجائے آگ کی نذر کریں یا انہیں مجبور کیا جائے گا کہ وہ جانوروں کے ذبیحہ کے وقت اپنے مخصوص طریق کو چھوڑ کر دوسرے لوگوں کی طرح کاٹیں۔ یہ باتیں ایک ایک کر کے پیرو اسلام سے مسلمانوں کو ہٹا دینے کا باعث ہوں گی اور وہ گارنٹی جو ہندوستان میں ہر مذہب کے تحفظ کی دی گئی ہے وہ اپنی جگہ پر قطعی طور پر بے اثر ہو کر رہ جائے گی۔ اور کانسٹی ٹیوشن آف انڈیا میں لکھی گئی چند سطور سے زیادہ وقعت نہ رکھیں گی خدا وہ وقت نہ لائے جب مسلمان ہندوستان کے اندر رہتے ہوئے دین اسلام کی عملی تعلیمات سے ایسے ہی بے گانہ کر دیئے جائیں جیسے وہ لوگ جن پر اس مذہب کی شاندار اور پیاری تعلیمات روشن نہیں ہوتیں۔ والعیاذ باللہ۔

ولادت

اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے اس عاجز کو دو بچیوں کے بعد مورخہ ۲۲/۱۲/۶۶ کو بیٹا عطا فرمایا ہے۔ عزیز نومولود کا نام اس کی والدہ کی ایک خواب کی بناء پر محمد طاہر غالب تجویز کیا گیا ہے۔ احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ عزیز کو نیک صالح اور خادم دین بنائے اور لمبی عمر عطا فرمائے۔ آمین۔

خاکسار محمد ابراہیم غالب درویش قادیان